اُمّتِ مُسلمہ کی رہنمائی

حضرت عمرؓ کی تعلیمات میں

محمد تقی امینی

ادارہ احتساب، امینی منزل دودھپور روڈ علیگڑھ

اُمّتِ مُسلمہ کی رہنمائی

حضرت عمرؓ کی تعلیمات میں

محمد تقی امینی

تعدادِ اشاعت .... ایک ہزار ۱۰۰۰

تاریخِ اشاعت .... نومبر ۱۹۷۲ء

قیمت .... دو۲ روپیے

طباعت .... لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ

کتابت .... سلطان احمد بجنوری

(ملنے کا پتہ)

ادارہ احتساب، امینی منزل، دودھپور روڈ

(علی گڑھ)

فہرست مضامین

ادارہ احتساب، امینی منزل، دودھ پور روڈ علی گڑھ

عرضِ حال

جدید زمانہ میں امتِ مسلمہ کی رہنمائی کا مسئلہ نہایت مشکل بن گیا ہے مذہب کی نمائندگی جس طرح ہو رہی ہے توقع نہیں کہ اس کے ذریعہ کسی تعمیری انقلاب کی رونمائی ہو سکے، اسی طرح مذہب سے ہٹ کر جس قسم کی سطحی ذہنیت پرورش پا رہی ہے وہ تعمیر کے بجائے تخریب کی طرف زیادہ مائل ہے۔

مسلم ممالک میں مذہبی و غیر مذہبی دونوں قسم کی نمائندگیاں موجود ہیں لیکن اس امت کی زندگی میں کسی صحتمند انقلاب کا نشان نہیں ملتا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں رہنمائیاں ناکام ہو چکی ہیں

ایسی حالت میں ضرورت ہے کہ صحابۂ کرام رضؓ کی تعلیمات کو زیادہ نمایاں کیا جائے کیوں کہ یہ حضرات اسلام کے اولین مخاطب اور اُس دور کے نمائندہ ہیں جب کہ اسلام نے انقلاب پیدا کر کے ہر قسم کی دینی و دنیوی فلاح و بہبود کی ضمانت پیش کی تھی، ظاہر ہے کہ اُن سے بڑھ کر نہ کوئی صحیح ترجمانی کر سکتا اور نہ کسی کی بات قابلِ سند ہو سکتی ہے۔

اس کتابچہ میں زندگی کے مختلف گوشوں سے متعلق حضرت عمرؓ کی تعلیمات پیش کی جاتی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رہنمائی کے لئے پہلے کی طرح آج بھی اسلام ہی کی ضرورت ہے، اللہ سے دعا ہے کہ اس ناچیز سعی کو قبول فرمائے اور ایمانداری کے ساتھ عمل کی توفیق دے۔ آمین

محمد تقی امینی۔ یکم جنوری سنہ ۱۹۷۲ء

حضرت عمرؓ کی شخصیت سازی

مسلم معاشرہ میں شخصیت سازی کی طرف کوئی توجہ نہیں ہر ایک اپنے حال میں مست اور دوسرے کی فکر سے بے نیاز ہے، حد یہ ہے کہ کسی کو یہ معلوم کرنے کی بھی فکر نہیں کہ اسلام میں کس قسم کی شخصیت پسندیدہ ہے،

اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کی کوششیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ اسلام میں پسندیدہ شخصیت کا پتہ چل سکے،

• حضرت عمرؓ نے تحصیلِ علم اور سمجھ پر کافی زور دیا حتّٰی کہ جبری تعلیم کا حکم دیا،

علیکم بالفقہ فی الدین	دین میں تفقہ وبصیرت حاصل کرو
وحسن العبادۃ والتفہم	حسن عبادت کے خوگر بنو اور عربیت
فی العربیۃ [1]	میں سمجھ پیدا کرو،

ایک موقع پر فرمایا

---

[1] ابن جوزی تاریخ عمر الباب الستون

كونوا وعية الكتاب ينابيع العلم[1]
کتاب کے ظرف (برتن) اور علم کے سرچشمے بنو،

ابوسفیانؓ نامی ایک شخص کو متعین کیا کہ قبائل میں پھر کر لوگوں کو تعلیم پر مجبور کرے۔

بعث عمر الخطاب جلا من قريش يقال له ابوسفيان ليستقرئ اهل البادية[2]
حضرت عمرؓ نے قریش کے ایک آدمی ابوسفیان کو گاؤں والوں کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے پڑھنے کا مطالبہ کرے

(۲) فہم و دانش کو بڑائی و سرداری کا معیار قرار دیا اور خیالات کی پستی و کم ظرفی سے منع کیا،

تفقهوا قبل ان تسودوا[3]
سرداری سے پہلے سمجھ حاصل کرو

ایک اور جگہ فرمایا

ان الحكمة ليست عن كبر السن ولكنه عطاء من الله يعطيه من يشاء فاياك ودنلوة الامور[4]
حکمت (دانائی) کبر سن پر موقوف نہیں ہے وہ اللہ کا عطیہ ہے جس کو میں چاہتا ہے عطا کرتا ہے اپنے کو دنی اور کمتر باتوں سے بچاؤ

(۳) حالات و معاملات کی درستگی کو زیادہ اہمیت دی اور نماز روزہ وغیرہ عبادات سے دھوکا نہ کھانے کی تاکید کی،

لا تنظروا الى صلاة امرئ و...
کسی کی نماز روزہ کی طرف نہ دیکھو بلکہ

[1] الباب السابع والخمسون [2] کتاب الاغانی ج ۱۶ اخبار زید [3] تاریخ عمرؓ الباب الستون [4] ایضاً

ولا صيامه ولكن انظر والى صدق حديثه اذا حدث والى ورعه اذا اشفى والى امانته اذا ائتمن [۱]

بات کرتے وقت اُس کی سچائی دیکھو شفا پانے کے بعد اُس کی پرہیزگاری دیکھو اور امانت کے وقت اُس کی دیانتداری دیکھو،

(۴) ہر وقت چاق وچوبند رہنے کا حکم دیا، گردن جھکا کر بیٹھنے اور ضرورت سے زیادہ سنجیدہ بننے سے منع کیا،

یا هذا ارفع راسك فان الخشوع لا یزید علی ما فی القلب [۲]

میاں سر اٹھاؤ، تمہارے دل میں جس قدر خشوع ہے وہ سر جھکا کر بیٹھنے سے زیادہ نہ ہوگا،

(۵) صفائی ستھرائی عبادت اور خوشبو کو زیادہ اہمیت دی،

لیعجبنی الشاب الناسك نظیف الثوب طیب الریح [۳]

مجھے صاف ستھرا عبادت گذار اور خوشبودار جوان پسند ہے،

(۶) کارکردگی وکارگزاری کو سرمایۂ حیات قرار دیا اور بے کاری کام چوری کو نہایت حقیر دکھایا،

کان اذا رای فتی فاعجبه حاله سال عنه هل له حرفة فان قیل لا قال سقط من

جب کسی جوان کو اچھی حالت میں دیکھتے تو پوچھتے کون پیشہ کر رہے ہو اگر جواب ملتا کہ کچھ نہیں کر رہا ہوں تو فرماتے

---

۱ ایضاً ۲ ایضاً ۳ ایضاً

عینی ؎ | کہ یہ میری نظر سے گر گیا،

(۷) فیشن پر پابندی لگائی اور عیش و عشرت کی زندگی سے منع فرمایا چنانچہ ایک موقع پر فرمایا،

اخشوشنوا ولا تتختروا کتختر الاعاجم ؎	کھردرے بنو اور عجمیوں کی طرح نازو انداز نہ کرو،

دوسری جگہ ہے۔

ایاکم والتنعم وزی العجم ؎	اپنے کو عیش و عشرت کی زندگی اور عجمیوں کے طرز سے بچاؤ،

ایک اور جگہ ہے۔

تمعددوا واخشوشنوا واخشوشبوا واخلولقوا واعطوا الرکب اسنتها وانزوا نزوا وارموا بالاغراض ؎	سخت بنو، موٹا جھوٹا کھاؤ، گھاڑھا گزی پہنو، پرانے کپڑے استعمال کرو، سواریوں کو خوب چارہ دو، ڈٹ کر گھوڑ سواری کرو، اور جسیم کر تیر اندازی کرو۔

ایک موقع پر جوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

نہینا عن التکلف ؎	ہم تکلف سے روکے گئے ہیں۔

(۸) دنیا کو مقصود بنانے سے منع کیا اور دوسرے جہان و آسمان پر نظر رکھنے کا حکم دیا۔

؎ ایضاً ؎ ازالۃ الخفا مقصد دوم من ابواب شتیٰ ص۱۳۸ ؎ ایضاً ؎ ایضاً

؎ بخاری ج۲ باب ما یکرہ من کثرۃ السوال و تکلف ما لا یعنیہ ص۱۰۸۳۔

لا یحزنک الا یجعل لک کثیرًا ما تحب من امر دنیاک اذا کنت راغبۃ فی امر آخرتک۔ — تمہیں یہ بات غم میں نہ ڈالے کہ دنیوی امور میں پسندیدہ چیزوں کا زیادہ حصہ نہیں ملا ہے جب کہ تم کو آخرت کے امور سے رغبت ہو،

(۹) لوگوں کے ذکر و تذکرہ میں پڑنے سے منع کیا کہ اس سے بھی شخصیت مجروح ہوتی ہے،

علیکم بذکر اللہ فانہ شفاء وایاکم وذکر الناس فانہ داء[۲] — تم اللہ کے ذکر کو لازم پکڑو کہ اس میں شفاء ہے اور لوگوں کے تذکرہ سے اپنے کو بچاؤ کہ اس میں بیماری ہے،

(۱۰) خود ستائی سے سختی کے ساتھ روکا اور اس کو احساس کمتری و خودکشی پر محمول کیا، چنانچہ فرمایا۔

من قال انا عالم فھو جاھل[۳] — جس شخص نے کہا میں عالم ہوں وہ دراصل جاہل ہے۔

ایک اور موقع پر ہے۔

المدح ذبح[۴] — اپنی تعریف کرنا خود کو ذبح کرنا ہے۔

(۱۱) اپنی مضبوطی کے ساتھ دوسروں کی نکتہ چینی سے بے پروا رہنے کا حکم دیا

ما انعم اللہ علی عبد نعمۃ — اللہ نے بندہ کو جس نعمت سے نوازا ہے

[۱] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب السابع والخمسون [۲] ایضًا ص ۹۵ ایضًا الباب الستون [۳] تاریخ عمر الباب الستون ص ۲۰۲ [۴] کنز العمال ج ۲ کتاب الجہاد من قسم الافعال لا ساری ص ۳۱۲۔

الا وجد له من الناس — اُس کے حاسد ضرور ہوں گے اگر کوئی شخص
ولو ان امرأ قوم من السهم — تیر سے زیادہ سیدھا ہو جب بھی اس میں
لوجد له من الناس من يغمز — عیب نکالنے والے ہوں گے جس نے اپنی
عليه فمن حفظ لسانه — زبان کی حفاظت کی اللہ اس کی خفیہ
ستر الله عورته [۱] — باتوں کو چھپائے گا۔

(۱۲) غلامی کے رواج کو ختم کیا کہ اس سے شخصیت مجروح ہوتی تھی، چنانچہ فرمایا۔

لا يسترق عربي [۲] — کوئی عربی غلام نہ بنایا جائے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رض گورنر کو یہ حکم بھیجا۔

خلوا كل اكاره — کسی کاشت کار و ہل چلانے والے
ذراع [۳] — کو غلام نہ رکھا جائے۔

ایک موقع پر فرمایا۔

متى استعبدتم الناس وقد — تم نے ان لوگوں کو غلام کب سے بنا رکھا ہے
ولدتهم امهاتهم احرارا [۴] — حالاں کہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا ہے

(۱۳) حضرت عمر رض نے تقدیر پر غلط اعتقاد سے روکا کہ اس سے شخصیت کی بالیدگی ختم ہوتی اور پست حوصلگی سرایت کر جاتی ہے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ ملک شام جا رہے تھے معلوم ہوا کہ وہاں طاعون کی وبا شدت سے پھیلی ہوئی ہے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت ابو عبیدہ رض نے اعتراض کیا کہ۔

---

[۱] ایضاً [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] تاریخ عمر الباب الثامن والثلثون ص۲۱۱

افرارًا من قدر اللّٰہ — کیا آپؐ تقدیرِ الٰہی سے بھاگ رہے ہیں

جواب میں فرمایا۔

نعم نفر من قدر اللّٰہ الیٰ قدر اللّٰہ ؎۱ — ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

"تقدیر" اللہ کے علم و اندازہ کا نام ہے وہ کوئی آہنی زرہ نہیں ہے جو لوگوں کو پہنا دی گئی ہو کہ لوگ بھنچتے جائیں اور وہ قبضہ کرتی جائے، جس طرح وہاں جانا تقدیر سے ہے اسی طرح نہ جانا تقدیر سے ہے، چنانچہ آگے فرمایا۔

ارایت لو کان ابل فھبطت وادیا لہ عدوتان احدھما خصبۃ والاخری جدبۃ الیس ان رعیت الخصبۃ رعیتھا بقدر اللّٰہ وان رعیت الجدبۃ رعیتھا بقدر اللّٰہ ؎۲ — اچھا بتاؤ کہ اگر تم اپنے اونٹوں کیساتھ کسی وادی میں اترو، جس کے ایک طرف سرسبزی ہو اور دوسری طرف خشکی، تو کیا ایسا نہیں ہے کہ اگر سرسبز حصہ میں چراؤ تو یہ بھی تقدیر ہے اور خشک حصہ سے چراؤ تو یہ بھی تقدیر ہے۔

(۱۴) شعائر (وہ چیزیں جو اللہ کی یاد تازہ رکھنے کے لئے مقرر کی گئی ہیں) کی غلط تعظیم سے روکا اور حجرِ اسود کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

انی لاعلم انک حجر لا — میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نفع

؎۱ مسلم باب الطاعون ؎۲ تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثالث والثلاثون ص۱۶

تنفع ولا تضر[1] پہونچا سکتا ہے اور نہ نقصان،

اسی طرح رمل (طواف کے وقت اکڑ کر چلنا) کے بارے میں فرمایا۔

مالنا وللرمل انما کنا	رمل سے ہمارا کیا تعلق ہے اس کے ذریعہ
راٴینا به المشرکین وقد	ہم نے مشرکین کو مرعوب کیا تھا اب ان کو
اهلکهم الله[2]	اللہ نے ہلاک کر دیا۔

لیکن چوں کہ اس کا تعلق روایت و یادگار سے تھا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل موجود تھا اس بنا پر نہ خود ترک کیا اور نہ ترک کرنے کا حکم دیا۔

(۱۵) اُس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا جس کے نیچے صلح حدیبیہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی تھی کہ بعد میں لوگ اس کی تعظیم نہ کرنے لگیں جس سے شخصیت پر حرف آئے۔

امر عمر بن الخطاب بقطع	حضرت عمر رض نے اُس درخت کے
الشجرة التی بویع النبی	کاٹ دینے کا حکم دیا جس کے نیچے
صلی الله علیه وسلم فقطعها	لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
لانهم کانوا یذهبون	سے بیعت کی تھی اس لئے کہ لوگ
یصلون تحتها فخاف	اُس کے نیچے نماز پڑھنے لگے تھے
علیهم الفتنة[3]	جس سے فتنہ کا اندیشہ تھا۔

---

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثالث والثلثون ص۹۶ [2] بخاری و مسلم و مشکوٰۃ باب دخول مکۃ والطواف [3] مسلم باب الطاعون۔

(۱۶) حضرت دانیال ؑ کی قبر پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا کہ اس سے قبر کی غلط تعظیم کا اندیشہ تھا۔

وامر عمر باخفاء قبر دانیال ؑ [۱]	حضرت عمرؓ نے حضرت دانیال ؑ کی قبر چھپانے کا حکم دیا۔

(۱۷) اوراد و وظائف کا سلسلہ زیادہ نہ جاری ہونے دیا کہ اس سے زندگی کے کاموں میں عدل و اعتدال برقرار رکھنے میں دشواری ہوتی ہے جیساکہ شاہ ولی اللہ ؒ بعد کے فتنوں کے ذکر میں کہتے ہیں۔

اختراع اوراد و احزاب بہ نیت تقرب الی اللہ عزوجل زیادہ بر سنت ماثورہ والتزام مستحبات مانند التزام واجبات [۲]	اللہ سے نزدیکی حاصل کرنے کی غرض سے اوراد و وظائف اختراع کر لئے گئے جو سنت سے منقول نہیں تھے اور واجبات کی طرح مستحبات کا التزام ہونے لگا۔

(۱۸) مذہبی رہنمائی کے لئے معیار مقرر کیا اور وعظ و افتاء جیسے مقدس فریضہ کی ہر شخص کو اجازت نہ دی کہ اس سے بھی دوسرے کی شخصیت کا گہرا تعلق ہے، جیساکہ شاہ ولی اللہ ؒ فتنوں کے ذکر میں کہتے ہیں۔

پہلے وعظ اور فتویٰ خلیفہ کی اجازت پر موقوف تھا اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر نہ کوئی وعظ کہہ سکتا اور نہ فتوی دے سکتا تھا لیکن بعد میں یہ صورت باقی نہ رہی اور وعظ و افتاء میں آزادی ہوگئی [۳]

---

[۱] الاعتصام للشاطبی ج ۲ فصل قد یکون اصل العمل مشروعا صفحہ ۹۲ [۲] اغاثۃ اللفہان لابن القیم صفحہ ۲۶۰ [۳] ازالۃ الخفاء مقصد اول در تقریر فتنے صفحہ ۱۲۹ [۴] ایضاً

(۱۹) حسبِ حیثیت وصلاحیت مذہبی امور کی ذمہ داری سپرد کی اور اس کا باقاعدہ اعلان کیا تاکہ کوئی شخص خام کار و غلط رہنماؤں کا شکار نہ ہونے پائے، چنانچہ فرمایا۔

من اراد القرآن فلیأت ابیا ومن اراد ان یسأل الفرائض فلیأت زیداً ومن اراد ان یسأل عن الفقہ فلیأت معاذاً [۱]	جو شخص قرآن حاصل کرنا چاہے وہ ابی بن کعب رضؓ سے حاصل کرے جو فرائض کی معلومات حاصل کرنا چاہے وہ زیدؓ کے پاس جائے اور جو فقہ سیکھنا چاہے وہ معاذؓ سے سیکھے

(۲۰) درازیٔ تقریر اور پیشہ ورانہ وعظ کو پسند نہیں کیا بلکہ غلط اثر کے اندیشہ سے اُن کو شیطان کی طرف منسوب کیا۔

ان کثیرا من الخطب من شقاشق الشیطان [۲]	بہت سے خطبے (وعظ) شیطانی ہیجان سے ہیں۔

شقاشق (جمع شقشقہ) اُس جھاگ کو کہتے ہیں جو مستی کے وقت اونٹ کے منہ سے باہر آتا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ رح کہتے ہیں۔

شیطان کے ساتھ اُس شخص کو تشبیہ دی جو اپنے کلام کو وسیع کرتا اور صدق وکذب کی پروا نہیں کرتا۔

(۲۱) ہر شخص کو خود کفیل بننے کا حکم دیا اور خاص طور سے مذہبی رہنماؤں کو دوسرے کے لئے بار بننے سے منع کیا کہ اس سے دوسروں پر بُرا اثر

---

[۱] ازالۃ الخفاء مقصد اول صفحہ ۱۳۰ [۲] ازالۃ الخفاء مقصد دوم من ابواب شتی [۳] ایضاً

پڑتا ہے - چنانچہ فرمایا۔

یا معشر القراء ارفعوا رؤسکم فقد وضح الطریق واستبقوا الخیرات ولا تکونوا عیالاً علی المسلمین ؎	اے قراء (علماء) کی جماعت اپنے سروں کو اونچا رکھو راستہ کھلا ہوا ہے، مال کمانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ اور مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو۔

(۲۲) معاشی بدحالی وبدنظمی کی وجہ سے شخصیت کی نشوونما ختم ہوجاتی یا وہ غلط راستہ اختیار کرلیتی ہے، اس بناء پر حضرت عمرؓ نے خصوصی توجہ کے ساتھ مختلف قسم کے انتظامات کیۓ، مثلاً گداگری پر پابندی لگائی چنانچہ ایک سائل آپ کے سامنے سے گذرا جس کی جھولی غلہ سے بھری ہوئی تھی آپ نے اس کو اونٹوں کے آگے بکھیر دیا اور فرمایا۔

الآن سل ما بدا لک ؎	اب سوال کر جو تجھے میسر آئے۔

(۲۳) مستقل ذریعہ آمدنی بنانے کا حکم دیا تاکہ حالات کی تبدیلی سے اخلاق کے متاثر ہونے کا اندیشہ نہ رہے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت خالدؓ نے قادسیہ کے عطایا و وظائف دیکھ کر کہا کہ بعض لوگوں کے اخراجات زیادہ نہیں ہیں، کھانے والے افراد بھی کم ہیں ایسی حالت میں فضول خرچی کے جذبات ابھرنے کا قوی اندیشہ ہے۔

یہ سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

جب ان لوگوں کو سرکاری عطایا ملیں تو کچھ بھیڑیں خرید لیں اور ان کی

؎ تاریخ عمر لابن الجوزی الباب السبعون ص۱۹۱ ؎ ایضاً الباب الثامن والثلاثون ص۹۵

کرتے رہیں، پھر مزید عطایا ملنے پر اور بھیڑیں خریدیں اس طرح ان کی آمدنی میں اضافہ ہوتا رہے گا، ممکن ہے میرے بعد کے حکمراں اس نظام کو قائم نہ رکھ سکیں، اگر یہ ذریعہ آمدنی باقی رہے گا تو غریبوں کے کام آئے گا اور لوگ اس کے سہارے اپنی زندگی گذار سکیں گے۔

خالد رضؓ۔ یہ جو کچھ تم سے کہہ رہا ہوں اس کے مخاطب دور و نزدیک کے سب لوگ ہیں جو شخص بالکل آخری سرے پہ بیٹھا ہے وہ بھی میری ذمہ داری میں ہے کیوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو حکمراں اپنی رعایا کی خبر گیری سے غافل رہتا ہے اس کو فردوس کی بو تک نہ آئے گی۔" ؎۱

(۲) خوش حالی و فارغ البالی کے پروگرام کو وسیع کرکے ہر ایک کی معاشی کفالت کا اعلان کیا۔

ولا یدع فقیرًا فی ولایتہ الا اعطاہ ولا مدیونًا الا قضی عنہ دینہ ولا ضعیفًا الا اعانہ ولا مظلومًا الا نصرہ ولا ظالمًا الا منعہ عن الظلم ولا عاریًا الا کساہ کسوۃ ؎۲

مملکت میں ہر تنگدست کو دیا جائے، ہر مدیون کا دین ادا کیا جائے، ہر کمزور کی مدد کی جائے، ہر ظالم کو ظلم سے روکا جائے، ہر ننگے کو کپڑا پہنایا جائے، غرض کوئی ضرورتمند ایسا نہ رہنے پائے جن کی ضرورت پوری نہ ہو۔

؎۱ ابوبکر صدیق رضؓ و فاروق اعظم رضؓ بارہواں باب ؎۲ مشرح شہنشاہ اسلام سید علی ہمدانی

دوسری جگہ ہے۔

لیس احد الا لہ فی ھذا المال حق لہ

ہر شخص کو سرکاری خزانہ میں حق ہے۔

(۲۵) دفاتر قائم کر کے لوگوں کے وظیفے مقرر کیے، چنانچہ خالد بن ولید رضؓ نے یہ تجویز پیش کی۔

میں نے ملک شام میں بادشاہوں کو دیوان مرتب کرتے اور فوج بھرتی کرتے دیکھا ہے ؎

اس پر ابو سفیان رضؓ نے اعتراض کیا۔

کہ کیا آپ رومیوں جیسے دفاتر قائم کریں گے؟ اس کے بعد لوگ اپنے اپنے وظیفوں پر بھروسہ کر کے تجارت چھوڑ دیں گے، حضرت عمر رضؓ نے کہا کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے "فے" کا مال بہت ہو گیا ہے ؎

دفاتر قائم کر کے وظیفہ مقرر کرنے میں دو دشواریاں تھیں (۱) رومیوں سے مشابہت (۲) خود کار ذریعہ معاش سے بے رغبتی لیکن حضرت عمر رضؓ نے حالت و ضرورت کی رعایت سے اس کو ناگزیر سمجھا اور اس نظام کو یہاں تک ترقی دی کہ العوالی اور مضافات کے حکام سے وہاں کے لوگوں کی فہرست طلب کر کے ان کے وظیفے مقرر کیے نیز نومولود شیر خوار بچوں کا وظیفہ دودھ چھڑانے کے بعد سے مقرر کیا، لیکن جب دیکھا کہ مائیں وظیفہ کی

ے کتاب الاموال ص ۲۲۳ ؎ الاحکام السلطانیہ للقاضی ابی یعلی فصل فی وضع الدیوان ص ۲۲

؎ فتوح البلدان بلاذری ذکر العطاء فی خلافت عمر ص ۴۶۳

وجہ سے دودھ چھڑانے میں جلدی کر رہی ہیں تو پیدا ہونے کے بعد ہی سے وظیفہ کا حکم دے دیا۔[1]

(۲۶) معلموں، اماموں اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں تاکہ یہ معزز خدمت دریوزہ گری کی نذر نہ ہونے پائے۔

ان عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان کان یرزقان المؤذنین والائمۃ والمعلمین و القضاۃ[2]	حضرت عمرؓ و عثمانؓ، اماموں مؤذنوں، معلموں اور قاضیوں کو تنخواہیں دیتے تھے۔

(۲۷) عوام کی معاشی حالت درست کرنے کے لئے معیار زندگی پر پابندی لگائی اور روزانہ گوشت کھانے سے روک دیا چنانچہ ذبح خانے خود تشریف لے جاتے اور جس کو دو دن گوشت خریدتے دیکھتے درے سے اس کو سزا دیتے تھے۔

فاذا رای رجلا اشتری لحما یومین متتابعین ضربہ الدرۃ[3]	جب کسی شخص کو دیکھتے کہ وہ دو دن مسلسل گوشت خرید رہا ہے تو اس کو درے مارتے۔

اور یہ فرماتے تھے۔

الا طویت بطنک لجارک وابن عمک	تو نے اپنے پڑوسی اور چچیرے بھائی کے لئے کیوں کفایت نہیں کی۔

یہ قحط کے زمانہ کی بات نہ تھی بلکہ عام حالات میں معیار زندگی پر پابندی

---

[1] ایضاً [2] تاریخ عمر الباب السابع والثلثون [3] ایضاً

لگاکر لوگوں کو معاشی لحاظ سے خود کفیل بنانا چاہتے تھے۔

(۲۸) وارد، صادر کی معاشی ضروریات کے لیئے مال گودام بنایا جس میں مختلف چیزوں کا اہتمام تھا۔

فیجعل فیہا الدقیق والسویق والتمر والزبیب ومایحتاج الیہ یعین بہ المنقطع بہ والضیف ۱ہ

مال گودام میں آٹا، ستو، کھجور، کشمش اور دوسری ضرورت کی چیزیں تھیں جن کے ذریعہ مسافروں او مہمانوں کی مدد کی جاتی تھی۔

(۲۹) معاشی توازن برقرار رکھنے اور عیش وعشرت سے بچانے کے لیۓ مسلمانوں کو جائداد رکھنے سے قانوناً منع کر دیا تھا۔

چنانچہ طنطاوی جوہری کہتے ہیں

فلما کثرت الاموال فی ایام عمر وضع الدیوان وفرض الفروض ورتب للعمال والقضاۃ ومنع ادخار المال وحرم علی المسلمین اقتناء الضیاع والزراعۃ والمزارعۃ لان ارزاقہم وارزاق عیالہم تدفع لہم من بیت المال ۲ہ

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں جب مال زیادہ ہو گیا تو باقاعدہ رجسٹر مرتب کیۓ گئے لوگوں کے وظیفے مقرر ہوۓ، عاملوں اور قاضیوں کی تنخواہیں مقرر ہوئیں نیز سرمایہ جمع کرنے زمین رکھنے، کاشتکاری کرنے اور کرانے سے روک دیا گیا، یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ لوگوں کے بال بچوں تک کے وظیفے سرکاری خزانے سے مقرر کر دیئے گئے تھے۔

۱ہ تاریخ عمر الباب الثلثون ص۲۸۳ ۲ہ نظام العالم والامم ج۲ ص۱۸۳ و۱۸۴

ممانعت کے اس قانون نے یہاں تک ترقی پائی کہ

اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کر لیتا تو اس کی تمام جائداد غیر منقولہ ضبط کر کے بستی کے غیر مسلموں میں تقسیم کر دی جاتی! اور اس نو مسلم کا سرکاری خزانہ سے وظیفہ مقرر کیا جاتا تھا۔ [۱]

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں ممانعت کے اس قانون پر عمل کیا تھا۔

وابقى هذه القاعدة عمر بن عبد العزيز وكان يتحلى ابن الخطاب بكل خطواته [۲]	حضرت عمرؓ کے اس قانون کو عمر بن عبد العزیزؒ نے نافذ کیا اور وہ حضرت عمرؓ کے ہر نقش قدم پر چلتے تھے۔

(۳) دی ہوئی زمین وجاگیر واپس لے لی، چنانچہ قوم بجیلہ کو خالصہ زمین کا کچھ حصہ دے دیا تھا دو تین سال تک ان لوگوں نے زمین کو اپنے قبضہ میں رکھا لیکن بعد میں حضرت عمرؓ نے اس کو واپس لے لیا، پھر جب قوم بجیلہ کے بعض افراد نے اپنے حقوق کا مطالبہ پیش کیا تو سرکاری خزانہ سے ان کی مدد کی جس کی حیثیت لازمی طور پر معاوضہ کی نہ تھی [۳]

اسی طرح بلال بن حارث سے پوری وادی عقیق یہ کہکر واپس لے لی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم کو اس لئے نہیں دی تھی کہ نہ خود آباد کرو اور نہ دوسروں کو آباد کرنے دو، جتنی زمین آباد کر سکتے ہو اپنے پاس

---

[۱] ایضاً [۲] ایضاً [۳] کتاب الاموال وکتاب الخراج و الاحکام القرآن للجصاص و اسلام کا زرعی نظام۔

رکھو اور بقیہ خلافت کے حوالہ کردو، یہ سنکر بلالؓ نے کہا کہ میں رسول اللہؐ کی دی ہوئی زمین کبھی واپس نہ کروں گا خواہ میں اُسے آباد کروں یا نہ کروں حضرت عمرؓ نے واپسی پر اصرار کیا اور بالآخر آباد شدہ حصہ کو چھوڑ کر بقیہ زمین لے لی لے

(۳۱) حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانہ میں (جب کہ لوگوں کے حقوق پائمال ہو رہے تھے) اجتماعی طعام کی ایک تجویز کا خیال ظاہر کیا، چنانچہ فرمایا۔

فواللہ لو ان اللہ ما یفرجھا	اگر اللہ اس صورت حال سے نجات
ما ترکت باھل بیت	نہ دے گا تو خدا کی قسم میں ہر مسلمان کے
من المسلمین لھم سعۃ الا	گھر میں جس میں کچھ وسعت ہے اس
ادخلت معھم اعدادھم من	کے افراد کے برابر غریب مفلسوں کو داخل
الفقراء فلم یکن اثنان یھلکان	کردوں گا کیوں کہ نصف پیٹ کھانے
علی ما یقیم واحداً لے	سے کوئی ہلاک نہ ہوگا۔

یہ کوئی فقیر غریب کا معاملہ نہ تھا بلکہ قانون و فرض کی شکل تھی جیسا کہ "فواللہ" اور "ادخلت" سے ظاہر ہے۔

(۳۲) حضرت عمرؓ نے حکومت و عوام کے درمیان کسی قسم کا ترجیحی سلوک روا نہ رکھا بلکہ سب کو ایک خاندان کے افراد قرار دیا تاکہ کوئی احساس کمتری کا شکار نہ ہو چنانچہ کہتے ہیں۔

انما مثلنا کمثل قوم سافروا	ہماری مثال در قوم کی مثال ایسی ہے

لے کتاب الاموال کتاب الخراج لیحیی لے تاریخ عمر الباب الثالث والثلثون ص

فدن فعوا كفقا تهم الى | جیسے کچھ لوگوں نے سفر کیا اور اپنے
رجل منهم فقالوا له | اخراجات کی رقم اپنے میں سے کسی آدمی
انفق علينا فهل له | کو یہ کہکر حوالہ کردیا کہ ہمارے اوپر خرچ
ان يستأثر عليهم بشئ | کرتے رہا کرو کیا ایسی صورت میں ان کے
قال لا ؎ | ساتھ کسی قسم کا ترجیحی سلوک روا ہو سکتا
| ہے؟ ہرگز نہیں!

....

حکومت کی حیثیت واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

فان الله جعلني خازنا | مجھ کو اللہ نے خازن اور تقسیم کرنے
وقاسما ؎ | والا بنایا ہے۔

عام حالات میں حکومتی طبقہ کے لئے متوسط درجہ کی زندگی کا معیار پیش کیا،

قوتي وقوت اهلي | میری اور میرے گھر والوں کی روزی اس
كقوت رجل من قريش | قدر ہے جتنی کہ قریش کے متوسط درجہ
ليس باغناهم ولا | شخص کی جو نہ زیادہ مالدار ہو اور
بافقرهم ؎ | نہ زیادہ مفلس ہو۔

اور خاص حالات میں جب تک دوسروں کے لئے ضروریات زندگی کی فراہمی نہ ہو جائے اس معیار کو بھی گوارا نہ کیا چنانچہ قحط کے زمانہ میں گھی اور دودھ وغیرہ کا استعمال ترک کردیا اور وہی غذا استعمال کرنے لگے جو عام لوگوں کو ملتی تھی ؎

؎ ایضاً الباب السابع والثلثون ؎ ایضاً ؎ تاریخ عمر الباب التاسع والثلثون

(۳۴) اہل وعیال کو بھی اس انداز سے رکھا کہ ان کی وجہ سے کوئی اپنے کو کمتر نہ سمجھے چنانچہ فرمایا۔

انہ واللہ مالک عندی غیر سہمک فی المسلمین وسعک او عجز عنک ہذا کتاب اللہ بینی وبینکم[1]

خدا کی قسم میرے پاس تمہارا (اہل وعیال) کا اتنا حصہ ہے جتنا دوسری مسلمانوں کا ہے اس میں تمہیں وسعت ہو یا تنگی میرا اور تمہارے درمیان اللہ کا یہی فیصلہ ہے۔

(۳۵) حکم واحکام اور قانون کے نفاذ میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ کوئی رعایت گوارانہ کی بلکہ دوسروں کے مقابلہ میں سختی کا برتاؤ کیا جیسا کہ حضرت عمرؓ کا دستور یہ منقول ہے

اذا نھی الناس عن شیء جمع اھلہ فقال انی قد نھیت عن کذا وکذا ان الناس ینظرون الیکم کما ینظر الطیر الی اللحم فان وقعتم وقعوا وان ھبتم ھابوا وانی واللہ لا اوتی برجل وقع فیما نھیت الناس عنہ الا اضعفت لہ العقوبۃ لمکانہ منی فمن شاء[2]

جب لوگوں کو کسی چیز سے روکتے تو اپنے گھر والوں کو جمع کر کے فرماتے کہ میں نے فلاں چیز سے منع کیا ہے اور لوگ تمہاری طرف ایسے ہی دیکھ رہے ہیں جیسے پرندہ گوشت کی طرف دیکھتا ہے اگر تم بچو گے تو وہ بھی بچیں گے اور تم مبتلا ہو گے تو وہ بھی مبتلا ہوں گے اگر تم میں سے کسی نے منع کی ہوئی باتوں کا ارتکاب کیا تو اپنے تعلق کی وجہ سے خدا کی قسم میں اس کو دوگنی سزا دوں گا

[2] تاریخ عمر لابن الجوزی

منکم فلیتقدم ومن شاء فلیتأخر لے — اب اختیار ہے جو چاہے آگے بڑھے اور جو چاہے پیچھے ہٹے۔

(۳۶) عہدہ و ملازمت میں اپنے خاندان اور گھر والوں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی بلکہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ احتیاط سے کام لیا۔

کوفہ والوں کی حالت سے حضرت عمرؓ اکثر پریشان رہتے تھے، اگر ان پر کوئی نرم حاکم بنایا جاتا تو اس کو کوئی اہمیت نہ دیتے اور سخت آدمی کو متعین کیا جاتا تو اس کی شکایت کرتے چنانچہ ایک مرتبہ تنگ آکر کہا۔

ولوددت انی وجدت رجلا قویا امینا مسلما استعمله علیهم۔ — کاش مجھے کوئی قوی امانتدار اور مسلمان ملتا تو میں اس کو کوفہ والوں پر حاکم بناتا۔

ایک شخص نے عرض کیا۔

انا واللہ ادلک علی الرجل القوی الامین المسلم والثنی علیه — خدا کی قسم میں آپ کو ایک ایسا ہی آدمی بتاتا ہوں جو قوی امین مسلمان اور بڑی خوبیوں کا مالک ہے

پوچھا وہ کون ہے؟ جواب یا عبداللہ (آپ کے صاحبزادے ہیں) یہ سنکر فرمایا۔

قاتلک اللہ لے — اللہ تجھے محروم کردے۔

(۳۷) بیوی میں بھی برتری کے جذبات نہ ابھرنے دے بلکہ ان سے برابر خدمت

لے الباب السادس والسبعون ص۲۳۶ ۲ے تاریخ عمر الباب الاربعون۔

خلق و رفاہ عام کے کام لیتے رہے، چنانچہ یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک رات گشت کر رہے تھے کسی گھر سے دردِ زہ میں مبتلا عورت کے کراہنے کی آواز سنی فوراً واپس آکر اپنی بیوی "ام کلثوم" کو خدمت کے لئے گئے جو نسوانی امور کی نگہداشت کرتی رہیں یہاں تک کہ فراغت ہو گئی۔

یہ گھر معمولی تھا جس میں جانے سے بیگمات کی توہین ہوتی ہے اور عورت بھی اونچے درجہ کی نہ تھی بلکہ کم درجہ کی تھی جس سے بات کرنے میں بیگمات کی توہین ہوتی ہے۔

(۳۸) حضرت عمر رض نے عملاً معاشرتی امتیازات (اونچ نیچ کی تقسیم ذات پات کی تفریق اور حسب و نسب کا لحاظ وغیرہ) کو ختم کیا کہ اس سے بھی شخصیت مجروح ہوتی ہے اور ذاتی صلاحیتوں کے نشو نما پانے کے مواقع محدود ہو جاتے ہیں، چنانچہ میل جول و ملاقات میں رؤسا کو ثانوی حیثیت دی اور جن کو وہ کمتر سمجھتے تھے ان کو درجہ اول پر رکھا۔

• حضرت حسن رض کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رض کے پاس سہیل بن عمرو حارث بن ہشام، ابوسفیان بن حرب اور قریش کے دوسرے رؤساء حاضر ہوئے، خبیب بلال رض اور دوسرے آزاد شدہ غلام بھی آئے لیکن حضرت عمر رض نے ثانی الذکر کو اجازت دی اور اول الذکر کو چھوڑ دیا اس پر ابوسفیان رض نے کہا

لم ار کالیوم قط یا ذن ایسا میں نے کبھی نہیں دیکھا ان غلاموں

لے ابوبکر صدیق رض و فاروق اعظم بارہواں باب از ڈاکٹر طہٰ حسین۔

ہٰؤُلاء العبید ویترکنا علیٰ بابہ لا یلتفت الینا۔	کو اجازت ملتی ہے اور ہم دروازے پر کھڑے رہتے ہیں ہماری طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی۔

سہیل بڑے زیادہ سمجھدار تھے انہوں نے جواب دیا۔

ایھا القوم انی واللہ لقد اری الذی فی وجوھکم ان کنتم غضبانًا فاغضبوا علی انفسکم دعی القوم ودعیتم فاسرعوا وابطأتم فکیف بکم اذا دعوا یوم القیمۃ وترکتم لہ	اے لوگو، میں تمہارے چہرے کی ناگواری دیکھ رہا ہوں، اگر تم غصہ کرتے ہو تو اپنے اوپر غصہ کرو، قوم کو دعوت دی گئی اور تمہیں بھی دی گئی لیکن قوم نے قبول کرنے میں جلدی کی اور تم لوگوں نے دیر کی اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب قیامت کے دن قوم بلائی جائے گی اور تم چھوڑ دیے جاؤ گے۔

(۲۹) حسب ونسب اور ذات پات کے بتوں کو اس طرح توڑا کہ دونی کی رسمی کے خلاف غیر کفو میں نکاح کا حکم دیا چنانچہ موالی (آزاد شدہ غلاموں) میں سے ایک مالدار شخص نے ایک قریشی کی بہن سے پیغام بھیجا قریشی نے یہ کہکر انکار کر دیا۔

ان لنا حسبا وانہ لیس ھا بکو۔	ہم حسب نسب والے ہیں وہ (لڑکا) لڑکی کا کفو نہیں ہے۔

لہ تاریخ عمر الباب الثالث والثلثون صنہ

جب اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو پہونچی تو آپ نے قریشی کو بلا کر کہا کہ وہ مال وار بھی ہے اور پرہیزگار بھی اگر بہن راضی ہے تو نکاح کر دو،

زوج الرجل ان کانت — اگر لڑکی راضی ہے تو اس سے نکاح
المرءۃ راضیۃ — کر دو۔

چنانچہ بھائی نے جاکر پوچھا تو وہ راضی ہوگئی اور نکاح کر دیا۔

فراجعھا اخوھا فرضیت — بھائی نے جب اس سے مراجعت کی تو
فزوجھا منہ ۱؎ — وہ راضی ہوگئی اور اس سے نکاح کر دیا۔

یہ کوئی معاشقہ کا معاملہ نہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے مجبور ہو کر یہ فیصلہ کیا ہو بلکہ حسب و نسب کے "بت" کو توڑنا مقصود تھا جس کے آہنی پنجہ میں اب مسلم معاشرہ گرفتار ہو گیا ہے۔

(۷) خود اپنے صاحب زادے "عاصمؓ" کا نکاح ایک دودھ فروش کی بیوہ لڑکی سے کیا جس کا واقعہ مشہور ہے ۲؎

○ امیرالمومنینؓ نے نہ لڑکی کا حسب و نسب دیکھا اور نہ معیارِ زندگی پر نظر کی ادھر صاحب زادے نے نہ جہیز کی خواہش کی اور نہ بیوگی پر نظر ڈالی، دراصل ان دونوں نے زندگی کے اصل معیار کو دیکھا اور وہ "تقویٰ" ہے جس کا ثبوت لڑکی میں بدرجۂ اتم موجود تھا، بس اسی کو بنیاد بنا کر صاحب زادے نے آمادگی ظاہر کی اور امیرالمومنینؓ نے شادی کا پیغام بھیجا۔

۱؎ ازالۃ الخفاء مقصد دوم سیاست فاروق اعظمؓ ۲؎ ایضاً گشت عمرؓ

غرض اس قسم کی بہت سی تعلیمات ہیں جن سے شخصیت سازی کا ثبوت ملتا ہے اور نہایت ہی خودداری عالی حوصلگی اور علم و ہنر میں ترقی کے ساتھ باوقار زندگی گذارنے کی تاکید پائی جاتی ہے۔

حضرت عمرؓ کی معاشرتی اصلاح

ہر جماعت اور حکومت معاشرتی اصلاح کی علمبردار ہے لیکن اس کا دائرہ چند بے خطر چیزوں سے آگے نہیں بڑھتا اس سلسلہ میں حضرت عمر کی کوششیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ اس کے خدوخال نمایاں ہوں۔

حضرت عمرؓ مسلم گھرانوں اور خاندانوں کا ہمیشہ جائزہ لیتے رہے اگر ان میں تدبیر منزل کی خلاف ورزی یا کسی کی حق تلفی دیکھی تو فوراً اس کی اصلاح فرمائی۔ مثلاً۔

(۱) نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی میں تاخیر نہ ہونے دی۔

زوجوا ولادکم اذا بلغوا ولا تحملوا آثامھم [۱]	تمہاری اولاد جب بالغ ہوجائے تو ان کا نکاح کردو ان کے گناہوں کا بوجھ نہ اٹھاؤ

(۲) حسب و نسب اور شرافت کے مصنوعی بتوں کو توڑ کر نئے معیار کی تاکید کی، چنانچہ فرمایا۔

حسب المرء دینہ واصلہ عقلہ ومروتہ خلقہ [۲]	مرد کا حسب اس کا دین ہے نسب اس کی عقل ہے اور شرافت اس کا خلق ہے۔

[۱] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الستون ص۲۰۲ و ص۲۰۳ [۲] ایضاً

ایک اور روایت میں ہے۔

الحسب المال [1] — حسب مال ہے۔

غالباً یہ فرق اشخاص کے حالات کے لحاظ سے ہے۔

(۳) خوبصورت عورت کا بدصورت مرد کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا۔

لا تنکحوا لمرئۃ الرجل القبیح الذمیم فانھن یحببن لانفسھن ما تحبون لانفسکم [2] — بدصورت اور بُرے مرد سے عورت کا نکاح نہ کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی عورتیں اپنے لئے پسند کرتی ہیں۔

(۴) مہر کی زیادتی سے روکا اور عام حالات کے لیے مہر کی ایک حد مقرر کی۔

لا تغالوا فی مھور النساء فانھا لو کانت مکرمۃ فی الدنیا وتقوی عند اللہ لکان احقکم بھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم [3] — عورتوں کا زیادہ مہر مقرر نہ کرو، اگر اس میں دنیوی شرافت ہوتی یا اللہ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی تو اس کے سب سے زیادہ مستحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

(۵) عورتوں کے حقوق کا خاص خیال رکھا اور ان کی حق تلفی پر سخت کارروائی کا حکم دیا چنانچہ ایک شخص نے اپنی بیویوں کو طلاق دیکر اپنا سب

[1] ایضاً [2] ازالۃ الخفاء مقصد دوم کتاب النکاح صلا [3] ایضاً ازالۃ الخفاء مقصد دوم کتاب النکاح۔

مال لڑکوں میں تقسیم کر دیا جب اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ عورتوں کو رجوع کرو اور مال کی تقسیم فسخ کرو ورنہ میں ان کو وارث بنادوں گا اور تمہاری قبر پر سنگساری کروں گا۔

(۶) عورت کے مصنوعی حسن و جمال اور زیب و زینت کے جال میں پھنسنے سے منع کیا چنانچہ فرمایا۔

اذا نعم لون المرأة وشعرها	جب عورت کا رنگ اور اس کے بال
فقد نعم حسنها[۱]	ٹھیک ہوں تو اس کا حسن پورا ہے۔

(۷) گھریلو زندگی میں مرد کے لئے زیادہ باوقار اور منہ بند رہنا پسند نہ کیا۔

انی احب ان یکون الرجل فی	مجھے یہ بات پسند ہے کہ مرد اپنے اہل و عیال میں
اهله کالصبی فاذا حتیج الیه	بچہ کے مثل رہے اور جب اس کے پاس ضرورت
کان رجلا[۲]	لائی جائے تو مرد ہو جائے۔

(۸) اخلاق و کردار کی درستگی کے لئے ہر اس اقدام سے دریغ نہ کیا جس سے عورتوں اور مردوں کے خیالات و جذبات صاف ستھرے رہ سکیں اگرچہ ظاہر نظر میں کسی کی حق تلفی ہوتی ہو۔

ایک مرتبہ کسی جگہ خواتین آپس میں باتیں کر رہی تھیں کہ مدینہ میں سب سے زیادہ حسین کون شخص ہے؟ ایک خاتون نے کہا کہ اپنا وہ "شغال" (یہ لقب تھا) سب سے زیادہ حسین ہے، یہ گفتگو رات کو خواتین کی ایک نشست میں ہو رہی

ا؎ تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الستون صہ ۱۹۲

جس کو حضرت عمرؓ نے گشت میں خود ہی سن لیا تھا، دوسرے دن شغال صاحب کا پتہ لگایا جو نہایت حسین و جمیل اور صورۃً بانکپن سے آراستہ تھا، دیکھتے ہی سر کے بال منڈوا دیئے، اور پگڑی باندھنے کا حکم دیا، لیکن اس ظالم کا نکھار و حسن اور بڑھ گیا۔

بالآخر "شغال" کو فوجی وردی پہنائی گئی اور عیش کوشی سے نکال کر ...... جفاطلبی کی زندگی کی طرف لے آیا گیا۔[1]

(۹) اسی طرح رات کو گشت کرتے وقت ایک عورت کو یہ شعر پڑھتے سنا،

الا سبیل الی خمر	کیا شراب دستیاب ہونے کی کوئی
فاشربہ ام لا سبیل الی	صورت نہیں؟ کیا نصر بن حجاج
نصر بن حجاج	سے ملاقات کی کوئی صورت نہیں؟

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نصر بن حجاج نہایت خوبصورت آدمی ہے جس کو عورتیں حسرت و آرزو کی نگاہ سے دیکھتی ہیں آپؓ نے بلاکر اس کے سر کے بال منڈا دیئے لیکن اس کے بعد وہ اور زیادہ خوبصورت نظر آنے لگا بالآخر کچھ رقم دیکر اس کو جلاوطن کر دیا۔[2]

(۱۰) عورتوں اور مردوں کے مخلوط اجتماع پر پابندی لگائی اور ایسے واقعات پر سزا دی

[1] ابوبکرؓ و فاروقِ اعظمؓ بارہواں باب از ڈاکٹر طہٰ حسین [2] الطرق الحکمیہ فصل و مسلک صحابہ ص ۱۶ و ازالۃ الخفاء مقصد دوم گشت حضرت عمرؓ ۱۲

ضرب عمر بن الخطاب رجالاً ونساءً ازدحموا علی الحوض [1]

حضرت عمرؓ نے ان مردوں اور عورتوں کو سزا دی جو حوض پر جمع ہو گئے تھے۔

(۱۱) باندی کو زرق برق لباس پہننکر باہر نکلنے اور فتنہ انگیزی کرنے سے منع کیا۔

چنانچہ ایک باندی کو اس حالت میں دیکھکر اپنی بیٹی حفصہؓ سے فرمایا۔

الم ار جاریة اخیك تحوس الناس

کیا میں نے تیرے بھائی کی باندی کو نہیں دیکھا کہ لوگوں کو دیکھتی پھرتی ہے۔

اور پھر اس پر سخت نکیر کی [2]

(۱۲) فوجی خدمات پر مامور شوہروں کو چار ماہ سے زیادہ باہر رہنے سے روک دیا۔

صورت یہ ہوئی کہ حسب دستور رات کو گشت کر رہے تھے ایک گھر سے عورت کے ایسے اشعار پڑھنے کی آواز آئی جن میں شہوانی جذبات کا اظہار ہو رہا تھا۔ عورتوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دو ماہ تک شوہر کی جدائی برداشت ہو سکتی ہے، تیسرے ماہ قوت برداشت میں کمی آجاتی ہے اور چوتھے ماہ جذبات کی ہیجان انگیزی شباب پر ہوتی ہے۔

اس تحقیق کے بعد افسران کو لکھ کر بھیجا کہ کسی شخص کو چار ماہ سے زیادہ باہر نہ روکا جائے [3]

---

[1] ازالۃ الخفاء مقصد دوم سیاست فاروق اعظمؓ [2] ازالۃ الخفاء مقصد دوم میں الجواب نشتی ص ۱۳۶ [3] ایضاً گشت عمرؓ

(۱۳) بیوی کے حقوق کی پامالی کی وجہ سے زیادہ عبادت کرنے سے منع کر دیا، جس کی صورت یہ ہوئی کہ کعب بن سعدؓ حضرت عمرؓ کے پاس تشریف فرما تھے کہ ایک عورت نے آکر کہا،

ما رأیت قط رجلاً افضل من زوجی انه لیبیت لیله قائماً ویظل نهاره صائماً فی الیوم الحار ما یفطر۔

میں نے کوئی مرد اپنے شوہر سے افضل نہیں دیکھا، وہ شب بیداری کرتے اور دن میں روزہ رکھتے ہیں گرمی کے دنوں میں بھی افطار نہیں کرتے۔

شوہر کی تعریف بیوی کی زبان سے سنکر حضرت عمرؓ خوش ہوئے اور کہا۔

مثلك اثنی بالخیر

تیری ہی جیسی عورت سے یہ توقع ہو سکتی ہے

وہ "عزیب" حیاء کی وجہ سے زیادہ نہ کہہ سکی اور اٹھ کر جانے لگی، کعب بن سعدؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ یہ عورت آپؓ سے مدد کے لئے آئی تھی آپ نے اس کی کوئی مدد نہ کی اس پر حضرت عمرؓ نے بلاکر صورت حال کی وضاحت چاہی اور کہا "کعبؓ کا خیال ہے کہ تو اپنے شوہر کی شکایت کر رہی ہے" اس نے جواب دیا۔

أجل انی امرأة شابة وانی ابتغی ما یبتغی النساء۔

جی ہاں۔ میں ایک جوان عورت ہوں اور وہی چاہتی ہوں جو دوسری عورتیں چاہتی ہیں۔

حضرت عمر رضؓ نے اس کے شوہر کو بلا بھیجا اور یہ مقدمہ کعب رضؓ کے حوالہ کر دیا اور انہوں نے یہ فیصلہ دیا۔

فانی اری لہا یوماً من	اس عورت کے لئے ہر چوتھا دن مخصوص
اربعۃ ایام کان لزوجہا	ہوگا، گویا چار عورتیں ہیں اور چوتھے
اربع نسوۃ فاذا لم یکن	دن اس کی باری آتی ہے اب جب
غیرھا فانی اقضی لہ	کہ چار نہیں ہیں تو تین دن ورات
بثلثۃ ایام ولیالیہا یتعبد	عبادت کے لئے ہیں اور ایک دن
فیہن ولہا یوم ولیلۃ [1]	ورات عورت کے لئے ہے۔

کعب رضؓ نے اس فیصلہ میں قرآنِ حکیم کی اس آیت سے استدلال کیا جس میں وقتِ ضرورت چار تک سے شادی کرنے کی اجازت ہے۔

(۴۱) کتابیہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی ممانعت کردی چنانچہ حضرت حذیفہ رضؓ نے ایک یہودیہ سے نکاح کر لیا تو اس کی اطلاع پر علیحدگی کا حکم دیا، اس پر حذیفہ رضؓ نے پوچھا کیا وہ حرام ہے حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا کہ میں حرام تو نہیں کہتا ہوں لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ تم لوگ بدکار عورتوں کے جال میں پھنس جاؤ گے [2]

امام محمد رحؒ نے اس واقعہ کے سلسلہ میں حضرت عمر رضؓ کا جواب ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

[1] الاستیعاب ازالۃ الخفاء مقصد دوم سیاست فاروق اعظم [2] احکام القرآن للجصاص باب تزوج الکتابیات ج ۲ ص ۳۲۴ کتاب الآثار باب تزوج الیہودیۃ والنصرانیۃ

فانی اخاف ان یقتدی بک المسلمون فیختاروا نساء اهل المدینۃ لجمالھن وکفی بذلک فتنۃ لنساء المسلمین۔
میں ڈرتا ہوں کہ دوسرے مسلمان تمہاری پیروی کریں گے اور ذمیہ (کتابیہ) عورتوں کے جمال کی وجہ سے مسلم عورتوں کو ان پر ترجیح دیں گے، یہ بات بڑی آسانی سے مسلم عورتوں کے لئے فتنہ بن سکتی ہے۔

(۱۵) میل ملاقات میں معاشرتی امتیازات ختم کئے اور صورت یہ اختیار کی کہ رؤسا کو ثانوی حیثیت دی اور جن کو وہ کمتر سمجھتے تھے ان کو درجۂ اول پر رکھا[2]

(۱۶) اپنی بیوی میں "بیگمات" کی خصوصیات نہ پیدا ہونے دیں بلکہ خدمتِ خلق اور رفاہِ عام پر مامور کیا۔ چنانچہ ایک واقعہ مشہور ہے کہ آپ ایک رات گشت کر رہے تھے کسی گھر سے "دردِ زہ" میں مبتلا عورت کے کراہنے کی آواز سنی فوراً واپس اپنی بیوی ام کلثوم رض کو خدمت کے لیے لے گئے جو برابر نسوانی امور کی نگہداشت کرتی رہیں یہاں تک کہ فراغت ہو گئی[3]

(۱۷) ہر قسم کے امتیازات ختم کر کے چرواہے کو بھی اسی طرح مستحق ٹھہرایا جس طرح دوسرے مستحق ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

"خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو ایسی حالت کر دوں گا کہ ایک

---

[1] کتاب الآثار باب ترویج الیہودیۃ والنصرانیۃ [2] تاریخ عمر لابن الجوزی باب الثالث والثلثون [3] ابوبکر صدیق رض و فاروق اعظم رض بارہواں باب ڈاکٹر طٰہٰ حسین

چرواہا صنعاء پہاڑی پر بکریاں چرا رہا ہوگا اور اس کا حصہ اس مال میں ہوگا۔[1]

عورت اس وقت کے معاشرہ میں نہایت پست تھی پھر کاشتکار کی بیوہ عورت، جس کے لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

لان بقیت لا رامل اهل العراق لادعهن لا یحتجن الی احد بعدی [2]	اگر میں زندہ رہا تو عراق کی بیواؤں کو ایسا بنا دوں گا کہ وہ میرے بعد کسی کی محتاج نہ رہیں گی

(۸) حکومتی طبقہ کے لئے عام حالات میں متوسط درجہ کی زندگی کا معیار پیش کیا، چنانچہ فرمایا۔

قوتی کقوتہ رجل من قریش لیس باغنا هم ولا با فقر هم [3]	میری اور میری اہل و عیال کی روزی اس قدر ہو کہ جتنی قریش کے متوسط درجہ شخص کی ہوتی ہے جو نہ زیادہ مالدار ہو اور نہ زیادہ مفلس ہو۔

....

(۹) اعلیٰ افسران کے لئے خصوصی قانون نافذ کئے مثلاً۔

(۱) ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوں

(۲) باریک کپڑے نہ پہنیں۔

(۳) میدہ کی روٹی نہ کھائیں

(۴) لوگوں کی حاجتوں سے اپنے دروازے بند نہ کریں۔

---

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب التاسع والثلثون [2] الخراج ص۴۶

[3] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب التاسع والثلثون۔

(۵) بیماروں کی بیمار پرسی کے لئے جایا کریں۔

اگر کوئی افسر ان باتوں کی خلاف ورزی کرتا تو اس کو سخت سزا دیتے یا معطل کر دیتے تھے[۱]

(۲۰) افسرِ اعلیٰ کے تقرر کے وقت اس کے پاس جس قدر مال و اسباب ہوتا اس کی مفصل فہرست تیار کرا کے دفتر میں محفوظ رکھتے اگر معمولی حالت میں غیر معمولی ترقی ہوتی تو اس سے مواخذہ کرتے تھے،

کان عمر بن الخطاب	حضرت عمرؓ جب کسی حاکمِ اعلیٰ بناتے
یکتب اموال عماله	تو اس کے اموال کی فہرست تیار
اذا ولاهم ثم یقاسمهم	کراتے پھر جو اس سے زیادہ ہوتا
مازاد علی ذلك[۲]	اس میں سے عوام کا حصہ نکالتے۔

(۲۱) اہلِ کتاب سودی کاروبار کرتے تھے اُن کے ذبح خانے شہر سے ہٹانے کا حکم دیا تاکہ لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ مسلمان اس کو جائز سمجھتے ہیں چنانچہ فرمایا

ان الله تبارك وتعالیٰ قد	اللہ نے ہم کو مسلمانوں کی وجہ سے اُن
اغنانا بالمسلمین[۳]	سے بے نیاز کر دیا ہے۔

(۲۲) دعوت کے کھانے میں خدام کو شریک کرنے کی تاکید کی اور خلاف ورزی کی صورت میں دعوت سے بغیر کھائے واپس آ گئے

[۱] کتاب الخراج فی تقبیل السواد واختیار الولاۃ [۲] فتوح البلدان صـ ۲۱۹
[۳] المدونۃ کتاب الذبائح۔

چنانچہ رؤسا مکہ کی ایک دعوت میں خدام کھانے میں شریک ہوئے تو حضرت عمرؓ نے پوچھا۔

مالی اریٰ خدامکم لا یاکلون معکم اترغبون — کیا بات ہے کہ ہم خدام کو کھانے میں شریک نہیں دیکھ رہے ہیں کیا تم لوگ ان سے اعراض کرتے ہو۔

صاحب خانہ نے جواب دیا۔

ولکنا نستاثر علیھم — ہم اپنے کو ان پر ترجیح دیتے ہیں۔

اس پر حضرت عمرؓ سخت ناراض ہوئے اور خادموں کو کھانے کا حکم دیا اور خود کھائے بغیر واپس آ گئے۔

فقعد الخدام یاکلون ولم یاکل امیر المومنین[1] — خادم بیٹھکر کھانے لگے اور امیر المومنینؓ نے نہیں کھایا۔

غرض اس قسم کی بہت سی اصلاحات ہیں جن سے معاشرتی اصلاح کا پتہ چلتا ہے۔

---

[1] ایضاً الباب الثامن والثلثون ص۹۷

حضرت عمرؓ کی معاشی اصلاحات

جدید دور میں معاشیات کا مسئلہ اس قدر اہم بن گیا ہے کہ دنیا کی ہر تنظیم اسی پیمانہ سے ناپی جاتی ہے، اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کی معاشی اصلاحات ذکر کی جاتی ہیں تاکہ اندازہ ہو کہ حالات کے لحاظ سے اسلامی تنظیم میں کس قدر وسعت ہے۔

(۱) حضرت عمرؓ نے حکومت و عوام کا تعلق ایک مثال کے ذریعہ اس طرح بیان کیا

انما مثلنا کمثل قوم سافروا فدفعوا نفقتهم الی رجل منهم فقالوا له انفق علینا فهل له ان یستاثر علیهم بشیٔ قال لا[1] ....

ہماری (حکومت) کی مثال اور قوم کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگوں نے سفر کیا اور اپنے اخراجات کی چیزیں ہم میں سے کسی کے یہ کہہ کر حوالہ کر دی کہ ہمارے اوپر خرچ کرتے رہو کیا ایسی صورت میں ان کے ساتھ کسی قسم کا ترجیحی سلوک روا ہو سکتا ہے۔

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب التاسع والثلثون۔

ایک موقع پر آپ نے اعلان کیا کہ

ومن اراد ان یسئل عن المال فلیأتنی فان الله جعلنی خازناً وقاسماً [1]	جو مال کا ضرورت مند ہو وہ میرے پاس آئے اللہ نے مجھکو خازن اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے

(۲) عراق وشام فتح ہونے کے بعد زمینیں اصل باشندوں کے پاس رہنے دیں فوجیوں میں تقسیم نہیں کیں جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل حالات کے لحاظ سے تقسیم وعدم تقسیم کے معاملہ میں مختلف تھا اس موقع پر مجلس شوریٰ کی کارروائی کا خلاصہ یہ ہے۔

حضرت عمرؓ کی تقریر

"یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اس زمین کو آپ لوگوں میں تقسیم کردوں اور بعد کے لوگوں کو ایسی حالت میں چھوڑ دوں کہ ان کا اس میں کچھ حصہ نہ ہو کیا آپ لوگوں کا یہ مقصد ہے کہ اس کی آمدنی ایک محدود طبقہ میں منتقل ہوتی رہے اگر میں نے ایسا کردیا تو سرحدوں کی حفاظت کس مال سے کی جائیگی؟ بیواؤں اور حاجت مندوں کی کفالت کہاں سے ہوگی؟ مجھے اس کا بھی اندیشہ ہے کہ بعض لوگ پانی کے بارے میں بھی فساد کرنے لگیں گے۔

[1] ایضاً۔

حضرت علیؓ کی تائیدی تقریر

میری رائے ہے کہ کاشتکار اور آراضی کو جوں کا توں رہنے دیجئے تاکہ یہ سب لوگوں کے لئے یکساں معاشی قوت کا ذریعہ ہوں، فوجوں میں زمین تقسیم کر دینے سے انھیں میں سمٹ کر رہ جائے گی۔

حضرت معاذؓ کی تائیدی تقریر۔

اگر آپ نے زمینیں تقسیم کر دیں تو زرخیز زمینوں کے بڑے بڑے ٹکڑے فوج میں بٹ جائیں گے پھر اُن کے مرنے کے بعد کسی کی وارث کوئی عورت ہوگی اور کسی کا وارث کوئی اکیلا مرد ہوگا، اس کے علاوہ سرحدوں کی حفاظت اور فوجیوں کی کفالت کے لئے حکومت کے پاس کچھ نہ رہ جائے گا، اس لئے آپ کو وہ کام کرنا چاہیئے جس میں آج کے لوگوں کے لئے فائدہ و سہولت ہو اور بعد والوں کے لئے بھی ہو

مخالفت میں حضرت بلالؓ و حضرت عبدالرحمنؓ کی تقریر

"جو مال اللہ نے ہمیں غلبہ سے عطا فرمایا ہے وہ ہم لوگوں میں تقسیم ہونا چاہیئے جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر تقسیم کر دیا تھا، یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ جو لوگ اس وقت موجود نہیں ہیں ان کے بیٹوں اور پوتوں کے خیال سے ہماری حق تلفی کی جائے ہم اپنی

اولاد کے لئے اور بعد والے اپنی اولاد کے لئے ہوں گے۔"

مہاجرین و انصار کی اس پہلی میٹنگ میں کوئی فیصلہ نہ ہوسکا مجبور ہو کر حضرت عمرؓ نے دوبارہ مجلس شوریٰ طلب کی اس میں انصار کے دس معزز آدمیوں کو بھی بلا بھیجا اور سب کو جمع کر کے حضرت عمرؓ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

"میں نے آپ حضرات کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ جس بار امانت کو آپ لوگوں نے میرے سر پر رکھا ہے اس میں میرے شریک بنیں اس وقت مجلس میں میری حیثیت خلیفہ کی نہیں بلکہ آپ میں کے ایک فرد کی ہے، ہر شخص کو اپنی رائے پیش کرنے کا پورا اختیار ہے اس معاملہ میں پہلے مشورہ ہو چکا ہے، کچھ لوگوں نے میری مخالفت کی ہے اور کچھ نے موافقت کی ہے۔"

"میں ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ لوگ میری مرضی کا اتباع کریں اور حق بات چھوڑ دیں میں تو حق بات ہی کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، جس طرح میرے پاس اللہ کی کتاب ہے، ویسے ہی آپ کے پاس ہے جو ناطق بالحق ہے اس کو سامنے رکھ کر مجھے جواب دیجئے جو کچھ اس میں موجود ہے اس پر عمل کرنا ہم سب کا فرض ہے۔"

"کیا آپ حضرات نے ان لوگوں کی باتیں نہیں سنیں جو اس معاملہ میں مجھے شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، شاید ان کا خیال ہے کہ میں حق تلفی کرنا چاہتا ہوں، حالاں کہ کسی فرد کی بھی حق تلفی کرنا میرے

نزدیک صریح ظلم ہے "معاذ اللہ" خدا شاہد ہے کہ میں نے کبھی کسی معاملہ میں ان پر ظلم کیا ہو، یا اب کسی پر ظلم کرنے کا ارادہ ہو، یہ بات ضرور ہے کہ کسریٰ کی زمین (عراق وایران) فتح ہونے کے بعد اور کونسی زمین رہ گئی ہے کہ جس کی آمدنی سے خلافت کا انتظام سنبھالا جا سکے گا، محض اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے کسریٰ کے اموال، زمین جائداد اور جفاکش کام کرنے والوں پر ہمیں غلبہ عطا فرمایا ہے۔"

"یہ لوگ (مخالفین) خود شاہد ہیں کہ اموال منقولہ میں نے فوجیوں میں تقسیم کر دیئے، خمس (پانچواں حصہ) بھی اس کے مناسب موقع پر صرف کر دیا ہے، اب زمین (جائداد غیر منقولہ) باقی رہ گئی ہے اس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ آتش پرست مالکوں ہی کے پاس رہنے دوں، زمین پر ٹیکس (خراج)، اور مالکوں پر مال و جان کی حفاظت کا معاوضہ (جزیہ) مقرر کروں تاکہ یہ سب آمدنی اجتماعی مفاد کے کام میں لائی جا سکے اور اس کے ذریعہ فوجیوں کی تنخواہیں نیز موجودہ و بعد کے لوگوں کا بندوبست کیا جا سکے آپ حضرات غور کیجئے، کیا یہ ممالک سرحدوں کی حفاظت کے بغیر بیرونی حملوں سے محفوظ رہ سکیں گے؟ کیا یہ ممالک، کوفہ، بصرہ عراق، شام، مصر وغیرہ کے بڑے بڑے شہروں میں ان کی حفاظت کے لیے فوجی چھاؤنیوں کی ضرورت نہ پڑے گی؟ آخر فوجیوں

کی تنخواہیں، ان کے بھتے اور دیگر تمام لوگوں کے وظیفوں کی رقم کہاں سے آئے گی؟

حضرت عمرؓ نے تقریر کے درمیان آیات "فے" سے استدلال کیا تھا اور اندازِ استدلال یہ تھا کہ دشمن سے حاصل کئے ہوئے مال میں صرف فوجیوں کا حق مذکور نہیں ہے بلکہ اس میں سب لوگوں کو شریک کیا گیا ہے اس بنار پر اراضی کی تنظیم و تقسیم میں خلافت کے اختیارات وسیع ہیں۔

وہ آیتیں یہ ہیں۔

مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ	اللہ تعالیٰ نے جو "فے" بستی والوں سے
مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ	اپنے رسولؐ کو عطا فرمایا ہے وہ اللہ
لِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى	و رسولؐ کے لئے اور اقربار، یتیم مسکین
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ	اور مسافر کیلئے ہے تاکہ تم میں سے دولتمندوں
السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً	کے درمیان ہی سمٹ کر نہ رہ جائے
بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَآ	اور جو کچھ رسولؐ تمہیں دیں اس کو لے
اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ	لو اور جس سے وہ منع کریں (نہ دیں)
وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا	اُس کو چھوڑ دو، اور اللہ سے ڈرو،
وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ	بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے، وہ
الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ	مال ان مفلس مہاجروں کے لئے بھی
الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ	ہے جو اپنے گھروں اور اموال سے

وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا
مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ
هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ
تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ
مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ
هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ
فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا
أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ
أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ
خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ
شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ۝ وَالَّذِينَ جَاءُوا
مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ
رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا
الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ
وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا
لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ
رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ (سورہ حشر رکوع ۱)

نکالے ہوئے اللہ کا فضل اور اس کی
رضا مندی ڈھونڈنے کے لیے اور
اللہ و رسولؐ (دین) کی مدد کرنے کے
لیے تمہارے پاس آئے ہیں وہی لوگ
سچے ہیں، اور ان لوگوں کیلئے بھی ہے
جو اس گھر (مدینہ) میں ایمان کی حالت
میں مہاجرین سے پہلے ٹھہرے ہوئے
ہیں، وہ لوگ ان مہاجرین سے محبت
کرتے ہیں، ان کے آنے اور ان کی خاطر
تواضع کرنے سے اپنے دلوں میں تنگی
نہیں محسوس کرتے ہیں اور اپنی جانوں
پر ان کو مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر
فاقہ ہی کی نوبت نہ آجائے؟ اور ان
لوگوں کے لئے بھی ہے جو ان کے بعد یہ
کہتے ہوئے آئے کہ اے ہمارے رب
ہمیں بخشدے اور ہمارے ان بھائیوں
کو بخشدے جو ہم سے پہلے ایمان لائے
اور ہمارے دلوں میں مومنوں کی طرف سے
کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب آپ ہی نرمی کرنے
والے اور رحم کرنے والے ہیں۔

شوریٰ میں حضرت عمر رضؓ کی اس بصیرت افروز تقریر اور استدلال کے انداز نے ممبروں پر اثر ڈالا اور ان الفاظ میں تائید کی گئی۔

فقالوا جمیعا الرای	لوگوں نے کہا کہ آپ کی رائے اس
رأیک فنعم ما قلت	معاملہ میں درست ہے جو آپ کہہ
وما رأیت[1]	رہی ہیں اور دیکھ رہے ہیں وہی ٹھیک ہے

(۴) مصر فتح ہونے کے بعد بھی زمین کی تنظیم و تقسیم کے بارے میں صحابۂ کرام رضؓ مشورہ کے لئے جمع ہوئے، حضرت زبیر بن العوام رضؓ اور ان کے ہم خیال لوگوں کی رائے تھی کہ زمین فوجیوں میں تقسیم کر دی جائے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ (والئ مصر) اور دوسرے لوگوں کی رائے تھی کہ زمین اصل باشندوں کے پاس رہنے دی جائے فوجیوں میں تقسیم نہ ہو۔

بالآخر مفادِ عامہ کے پیشِ نظر یہی بات طے پائی کہ حسبِ سابق اصل باشندوں کے پاس زمین رہنے دی جائے اس موقع پر مجلس شوریٰ کے ممبران کی تقریریں یہ ہیں۔

حضرت زبیر رضؓ کی تقریر

"اس سر زمین کو اللہ نے ہماری محنت و مشقت سے فتح کرایا ہے ہم گھوڑ سوار لڑے ہیں، ہم نے پیادہ پا جنگ کی ہے اس طرح ہم نے پورے مصر پر قبضہ کر لیا ہے اس میں نہ آپ (والئ مصر) کا کچھ خیال ہے اور نہ امیر المومنین رضؓ کا، جس طرح اموالِ منقولہ غازیوں میں

[1] کتاب الخراج و کتاب الاموال

تقسیم کئے گئے ہیں ویسے ہی غیر منقولہ بھی انہیں کا حق ہے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کی تقریر

ایسی اختلافی صورت میں امیرالمومنین حضرت عمرؓ سے رائے لینا ضروری ہے جب تک ان کا کوئی قطعی فیصلہ میرے پاس نہ آجائے گا اس وقت تک کسی قسم کا اقدام کرنے سے مجبور ہوں "

آخر کار یہ تجویز پاس ہو گئی کہ امیرالمومنین کو خط لکھا جائے اور مجلس شوریٰ کی پوری کارروائی بھی لکھدی جائے، اس کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو کارروائی لکھ بھیجی اور اس کا جو جواب آیا اس کا خلاصہ یہ تھا،

"خط ملا، شوریٰ کی کارروائی معلوم ہوئی، کیا آپ لوگ مسلمانوں کے وظیفوں، غازیوں کی تنخواہوں اور بھتّوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں، فرض کرو کہ اگر میں فوجیوں میں زمین تقسیم کر دینے کا حکم دیدوں تو بعد کے مسلمانوں کے لئے کیا چیز بچے گی جس کی مدد سے وہ اسلام کی حفاظت کر سکیں گے (دشمنان اسلام پر غلبہ پائیں گے)"۔

میرے سامنے تمام مسلمانوں، کمزوروں، قرضداروں اور بعد کے مجاہدوں کا معاملہ در انتظام نہ ہوتا تو میں ضرور زمین تقسیم کر دینے کا حکم دیدیتا ایسی حالت میں کہ میں مجبور ہوں، اس لئے آپ لوگ اس زمین کو چھوڑ دیجئے تاکہ وہ عام مسلمانوں کے لئے وقف

ہو جائے، اور بعد کے لوگ بے دست و پا ہو کر نہ رہ جائیں۔[1]

خط کا جواب آجانے پر مصر میں حضرت عمرؓ کی یہ مصلحت بینی اور دور اندیشی عام طور پر پسند کی گئی، اور حسب فرمان مفاد عامہ کے پیش نظر خلافت کے زیر انتظام اصل باشندوں کے پاس زمین رہنے دیئے جانے کو لوگوں نے منظور کر لیا۔

مصر کے بارے میں مختلف روایتیں ملتی ہیں کسی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصر صلح سے فتح ہوا تھا اور کسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ غلبہ سے فتح ہوا تھا، اصل بات یہ ہے کہ مصریوں سے پہلے صلح ہو گئی تھی، پھر انہوں نے معاہدہ توڑ کر جنگ کا اعلان کر دیا جس میں مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی، اس لیے مصر کی زمین غلبہ سے فتح کی ہوئی زمینوں میں شمار ہوتی ہے۔[2]

(۴) حالات کے لحاظ سے مسلمانوں کو زمین و جائداد رکھنے سے قانوناً منع کر دیا جب کہ اس سے پہلے برابر اُن کے پاس زمینیں رہتی رہیں اور وہ امین، کی حیثیت سے وہ جائدادوں پر قابض رہے

علامہ طنطاوی جوہری رح کہتے ہیں،

فلما کثرت الاموال فی	حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں جب
ایام عمر و وضع الدیوان	مال زیادہ ہو گیا اور دفاتر قائم کیے گئے
فرض الرواتب للعمال	تو لوگوں کے وظیفے مقرر ہوئے، عاملوں

[1] شرح معانی الآثار و طبقات ابن سعد [2] الاموال ص ۱۴۰

"القضاة ومنع اذخار المال وحرّم على المسلمین اقتناع الضیاع والمزارعة والمزارعة لان ارزاقهم وارزاق عیالهم تدفع لهم بیت المال [1]

اور قاضیوں کی تنخواہیں مقرر ہوئیں نیز سرمایہ جمع کرنے، زمین رکھنے کاشتکاری کرنے اور دوسروں سے کرانے سے روک دیا گیا، یہ سبب کچھ اس لئے تھا کہ لوگوں کے بال بچوں تک کے وظیفے سرکاری خزانہ سے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔

ممانعت کے اس قانون نے یہاں تک ترقی پائی کہ،

"اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کر لیتا تو اس کی جائداد غیر منقولہ ضبط کر کے بستی کے غیر مسلموں میں تقسیم کر دی جاتی اور اس نومسلم کا سرکاری خزانہ سے وظیفہ مقرر کر دیا جاتا تھا [2]

(۵) ریاست کی طرف سے دی ہوئی زمینیں واپس لے لیں، چنانچہ خالصہ زمین کا کچھ حصہ قوم بجیلہ کو دیدیا تھا دو تین سال تک ان لوگوں نے زمین کو اپنے قبضہ میں رکھا لیکن بعد میں مفاد عامہ کے پیش نظر اس کو واپس لے لیا،

قیس بن حازم رح کہتے ہیں،

"جنگ قادسیہ (ایرانیوں سے ہوئی تھی) ہم شامل ہونے والے لوگوں میں قوم بجیلہ کے لوگ چوتھائی تھے۔ حضرت عمرؓ نے

---

[1] نظام العالم والامم ج ۲ ص ۱۰۳

"سواد" کا جو تہائی انہیں دے دیا، وہ تین سال تک ید میں ان
کے قبضہ میں رہی، ایک مرتبہ کسی ضرورت سے اس قبیلہ کے چند
افراد (عمار بن یاسرؓ اور جریرؓ وغیرہ) حضرت عمرؓ کے پاس تشریف
لائے، تو انہوں نے کہا کہ آپ لوگ اس زمین کو مفادِ خلق کے لئے خلافت
کے حوالہ کر دیجئے ان لوگوں نے حکم کی تعمیل کی اور زمین خلافت کے
حوالہ کر دی، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے سرکاری خزانہ سے جریرؓ
کو اسی دینار عطا فرمائے، جب واپسی کی خبر قوم بجیلہ کی ایک عورت
"ام کرزہ" کو ہوئی تو اس نے اپنے حصہ کی زمین واپس کرنے میں
پس و پیش کیا اور حضرت عمرؓ کے پاس آکر عرض کیا،

يا امير المؤمنين ان
ابي هلك وسهمه
ثابت في السواد واني
لم اسلم فقال لها
يا ام كرز ان قومك
قد صنعوا ما قد
علمت فقالت ان
كانوا قد صنعوا ما
صنعوا فاني لست
اسلم حتى تحملني

اے امیر المومنینؓ میرے والد فوت
ہو گئے ہیں، سواد کی زمین میں ان کا
بھی حصہ تھا جو ترکہ میں مجھے ملا ہے
میں اس کو ہرگز واپس نہ کروں گی حضرت
عمرؓ نے کہا کہ اے ام کرزہ تمہیں
معلوم ہے کہ تمہاری قوم نے بلا چون و
چرا زمین واپس کر دی ہے ام کرزہ
نے جواب دیا کہ مجھے اس سے کوئی
بحث نہیں میں تو اس وقت تک
نہ واپس کروں گی جب تک آپ مجھے

علی ناقة ذلول	ایک فرمانبردار اونٹنی نہ دیں جس پر
علیها قطیفة حمراء	سرخ رنگ کی گرم چادر پڑی ہو اور
وتملا کفی ذهبا	زرومال سے میرا ہاتھ نہ بھریں حضرت
قال: ففعل عمر ذلك	عمرؓ نے ایسا ہی کیا اور جو نقدی
فکانت الدینار نحوا	آپ نے "ام کرز" کو دی وہ تقریباً
من ثمانین ؎	اسّی دینار تھی،

اس واقعہ کی مزید تفصیل کے لیے راقم کی کتاب "اسلام کا زرعی نظام" دیکھنا چاہیئے۔

(۶) مفاد عامہ کے پیش نظر بلال بن حارثؓ سے پوری وادی عقیق یہ کہکر واپس لے لی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس لئے نہیں دیا تھا کہ نہ خود آباد کرو اور نہ دوسروں کو آباد کرنے دو، جتنی زمین آباد کر سکتے ہو اپنے پاس رکھو اور بقیہ خلافت کے حوالہ کر دو، یہ سنکر بلالؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی زمین کبھی واپس نہ کروں گا، خواہ اسے میں آباد کروں یا نہ کروں، حضرت عمرؓ نے واپسی پر اصرار کیا اور بالآخر آباد شدہ حصہ چھوڑ کر بقیہ زمین واپس لے لی ؎

؎ کتاب الاموال ص ۵۵۹ و کتاب الخراج لابی یوسف ص ۲۵ و ۲۶ باب العمل بر فی السواد و کتاب الخراج یحیی بن آدم قریشی جرجانی ص ۲۰
احکام القرآن للجصاص ج ۳ سورۃ حشر ص ۴۳۰ ؎ کتاب الاموال ص ۲۲ و کتاب الخراج یحیی جرجانی ص ۹۳

(۷) رسول اللہؐ نے ایک اور شخص کو زمین دی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے زمین کے آباد شدہ حصہ کو چھوڑ کر بقیہ زمین واپس لے لی [۱]

(۸) اہل مدینہ کی چراگاہ کو ان کی مرضی کے بغیر سرکاری تحویل میں لے کر اس کا کوئی معاوضہ نہیں دیا، چنانچہ ایک بدوی نے آکر حضرت عمرؓ کی خدمت میں عرض کیا۔

یا امیر المومنین بلادنا	اے امیر المومنینؓ ہم نے اس کے لئے
قاتلنا علیہا فی الجاھلیۃ	ایام جاہلیت میں جنگیں لڑی ہیں اور
واسلمنا علیہا فی	اسی پر ہم اسلام لائے ہیں اب ہمارے
الاسلام تحمی علینا [۲]	اوپر اس کی نگرانی کرتے ہیں،

یہ سنکر حضرت عمرؓ غصہ میں بھر گئے،

فجعل عمر ینفخ ویفتل	عمرؓ غصہ میں بھر گئے اور مونچھوں
شاربہ [۳]	پر تاؤ دینے لگے،

دار قطنی کی روایت ہے کہ بدوی کے زیادہ اصرار پر حضرت عمرؓ نے فرمایا،

المال مال اللہ والعباد عباد	مال اللہ کا ہی اور بندی خدا کے بندے ہیں
اللہ ما انا بفاعل [۴]	میں ایسا نہ کرونگا (واپس نہ کرونگا)

(۹) ضحاک بن خلیفہؓ کو آبپاشی کے لئے محمد بن مسلمہؓ سے ان کی مرضی کے بغیر پانی لے جانے کا حکم دیا اور فرمایا

---

[۱] الخراج یحیی صفحہ ۱ بخاری ج ۱ باب اذا اسلم قوم فی دار غ ۳ [۲] فتح الباری ج ۲ باب اذا اسلم فی دار صفحہ ۱۲۳ [۳] الخراج یحیی صفحہ ۱۱۱

لو لم اجد للماء سبیلا الا علی بطنك لاجریته — پانی لے جانے کے لئے اگر تیرے پیٹ کے سوا اور کوئی راستہ نہ ہوگا تو تیرے پیٹ کے اوپر سے پانی گذاروں گا[۱]

(۱۰) زکوۃ کے سلسلہ میں درج ذیل انتظام کیے

(الف) زیتون پر زکوٰۃ (عشر) مقرر کیا جس کے شام اور جزیرہ میں بہت سے باغ تھے،

عشر عمر بن الخطاب بالشام[۲] — شام میں زیتون پر عشر مقرر کیا

دوسری جگہ ہے،

ان عمر بن الخطاب اخذ من الزیتون الصدقة الخ[۳] — حضرت عمر رض نے زیتون سے عشر وصول کیا۔

(ب) تالیف قلب کی مد کو یہ کہکر ختم کر دیا،

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتألفکما والاسلام یومئذ قلیل وان اللہ قد اغنی الاسلام اذھبا فاجھدا جھدکما[۴] — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم دونوں (دو صحابی) کی اس وقت تالیف کیا کرتے تھے جب کہ اسلام کمزور تھا اور مسلمان تعداد میں کم تھے اب اللہ نے اسلام کو غنی کر دیا تم لوگ جاؤ اور اپنی والی محنت کرو

---

[۱] الخراج لیحیی صد ۱۱۱ [۲] کتاب الاموال حاشیہ صد ۵ [۳] احکام القرآن للجصاص ج ۳ صد ۲۲ مطلب فی المؤلفة قلوبهم [۴] تفسیر طبری صد ۱۰۲،

(ج) بعض حالات میں زکوٰۃ کے مصرف کو ایک ہی قسم یعنی جہادِ فی سبیل اللہ میں محدود کیا،

انہ کان یاخذ العرض	فرض صدقہ (زکوٰۃ) وصول کرتے
فی الصدقۃ ویجعلھا	اور اس کو ایک مصرف (جہاد)
فی صنف واحد[1]	میں صرف کرتے تھے،

(۱۴) ریاست کی آمدنی بڑھانے کے لئے نئے ٹیکس لگائے مثلاً.

(الف) تجارتی ٹیکس لگائے جس کی شرح حربیوں کے لئے دس فیصد، ذمیوں کے لئے پانچ فیصد اور مسلمانوں کے لئے ڈھائی فیصد تھی[2] (حربی جس قدر مسلمان تاجر سے دارالحرب میں وصول کرتے تھے، اسی قدر مسلمان، حربی تاجر سے دارالاسلام میں وصول کرتے تھے،

زیاد بن جدیر پہلے شخص ہیں جن کو عراق و شام میں اس اہم کام کے لئے مقرر کیا،

ان اول من بعث عمر بن	میں پہلا شخص ہوں جس کو عمرؓ نے
الخطاب علی العشر لھنا انا	اس جگہ عشور پر مقرر کیا،

زیاد بن جدیر کو یہ حکم تھا کہ

فلا افتش احداً اقما مر	میں کسی کی تلاشی نہ لوں جو کچھ میرے
علی من شیءٍ اخذت	سامنے سے گذرے اس سے
من حساب[3]	حساب کے مطابق لے لوں،

[1] کتاب الاموال ص ۵۳۳ [2] ازالۃ الخفاء مقصد دوم مبیات

فاروق اعظم ص ٦۲.

(ب) دریا کی پیداوار (عنبر وغیرہ پر ٹیکس لگایا اور یعلیٰ بن امیہ رضؓ کو محصّل مقرر کیا،

استعمل یعلی بن اُمیۃ علی البحر[1]	یعلیٰ بن امیہ رضؓ کو دریا پر عامل مقرر کیا،

(ج) خراج مقرر کیا اور اس میں رومی و ایرانی دنیا سے زیادہ استفادہ کیا

(۱۲) معیارِ زندگی پر پابندی لگائی اور روزانہ گوشت کھانے سے لوگوں کو روک دیا، چنانچہ ذبح خانے خود تشریف لے جاتے اور جس کو دو دن متواتر گوشت خریدتے دیکھتے، دُرّے سے سزا دیتے تھے،

فاذا رأی رجلاً اشتری لحماً یومین متتابعین ضربہ بالدرۃ[2]	جب کسی شخص کو دیکھتے کہ وہ مسلسل دو دن گوشت خرید رہا ہے تو اس کو دُرّے سے مارتے،

اور یہ فرماتے تھے،

الا طویت بطنک لجارک وابن عمک[3]	تو نے اپنے پڑوسی اور چچیرے بھائی کے لئے کیوں کفایت نہیں کی.

(۱۳) مستقل ذریعۂ آمدنی بنانے کا حکم دیا، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت خالد رضؓ نے "قادسیہ" کے عطایا و وظائف دیکھ کر کہا کہ بعض لوگوں کے اخراجات زیادہ نہیں ہیں، کھانے والے افراد بھی کم ہیں ایسی حالت

---

[1] الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۳ وکتاب الخطط للمقریزی ص ۳ [2] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثالث والثلثون ص ۳ [3] ایضاً،

میں زیادہ دینے سے فضول خرچی کے جذبات ابھرنے کا اندیشہ ہے،
یہ سنکر حضرت عمر رضؓ نے فرمایا،

جب ان لوگوں کو سرکاری عطایا ملیں تو کچھ بھیڑیں خرید لیں اور ان کی پرورش کرتے رہیں، پھر مزید عطایا ملنے پر اور بھیڑیں خریدلیں اس طرح اُن کی آمدنی میں اضافہ ہوتا رہے گا، ممکن ہے میرے بعد کے حکمراں اس نظام کو قائم نہ رکھ سکیں، اگر یہ ذریعہ آمدنی باقی رہے گا تو غریبوں کے کام آئے گا اور لوگ اس کے سہارے اپنی زندگی گذار سکیں گے،

خالد رضؓ! یہ جو کچھ تم سے کہہ رہا ہوں اس کے مخاطب دور نزدیک کے سب لوگ ہیں، جو شخص بالکل آخری سرحد پر بیٹھا ہوا ہے وہ بھی میری ذمہ داری میں ہے کیوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو حکمراں اپنی رعایا کی خبرگیری سے غافل رہتا ہے اس کو فردوس کی بُو تک نہ آئے گی [1]

(۱۴) وارد و صادر کے لئے سرکاری انتظام کیا، چنانچہ خاص اس مقصد کے لئے مال گودام بنایا جس میں ضرورت کی مختلف چیزیں رہتی تھیں،

فجعل فیھا الدقیق والسویق والتمر والزبیب	مال گودام میں آٹا، ستّو، کھجور، کشمش اور دوسری ضرورت کی چیزیں

[1] ابوبکر صدیق رضؓ و فاروق رضؓ بارھواں باب

وما یحتاج الیه یعین به	تھیں، جن کے ذریعہ مسافروں اور
المنقطع به والضیف ۱؎	مہمانوں کی مدد کی جاتی تھی،

(۱۵) معلموں، اماموں اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں،

ان عمر بن الخطاب و عثمان بن	حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ اماموں
عفان کان یرزقان المؤذنین	موذنوں اور قاضیوں کو تنخواہیں
والائمة والمعلمین والقضاة ۲؎	دیتے تھے،

(۱۶) ہر شخص کو خود کفیل بننے کا حکم دیا، اور خاص طور سے مذہبی رہنماؤں کو دوسروں کے لئے بار بننے سے منع کیا، چنانچہ فرمایا،

یا معشر القراء ارفعوا	اے علماء کی جماعت اپنے سروں کو اونچا
رؤسکم فقد وضح الطریق	رکھو، راستہ کھلا ہوا ہے مال کمانے
واستبقوا الخیرات ولا تکونوا	میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ
عیالا علی المسلمین ۳؎	اور مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو،

(۱۷) آپ کو نچلے طبقے کے وظیفہ (تنخواہوں) کی کمی کا شدید احساس تھا اور فرمایا کرتے تھے،

لئن عشت لاجعلن	اگر میں زندہ رہا تو نچلے طبقہ کے لوگوں کی تنخواہ
عطاء سفلة الناس	دو ہزار درہم سالانہ (ایک درہم تقریباً
الفین ۴؎	چار آنہ کے برابر) مقرر کروں گا،

۱؎ تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثلاثون ۲؎ تاریخ عمر لابن الجوزی الباب التاسع والثلاثون ۳؎ ایضاً الباب الستون ۴؎ ابن سعد ج ۳ ص ۳۰۰

دوسری جگہ ہے،

لئن عشت حتی یکثر المال — اگر میں زندہ رہا اور مال زیادہ ہو گیا
لاجعلن عطاء الرجل — تو ایک مسلمان مرد کا وظیفہ تین ہزار مقرر
المسلم ثلاثة آلاف الف — کروں گا۔ ایک ہزار گھوڑا اور ہتھیار کے
کراعه وسلاحه والف نفقة — لئے، ایک ہزار ذاتی خرچ کے لئے اور
له والف نفقة لاهله له — ایک ہزار اہل و عیال کے لیے،

(۱۸) "راشن کا نظم قائم کیا تھا جس کی مقدار میں کوئی تفاوت نہ تھا،

فکان یرزق الناس الرجل والمرأة — مرد، عورت، غلام، سب کو ہر ماہ دو
والمملوك جریبین کل شهر — جریب غلہ، دو قسط سرکہ اور دو قسط
وقسطی خل وقسطی زیت له — زیتون کا تیل دیتے تھے،

جریب تقریباً ساڑھے بائیس سیر اور قسط پونے دو سیر کا ہوتا ہے،
راشن کی مقدار مقرر کرنے کی یہ تجویز کی کہ ایک دن ساٹھ
آدمیوں کو بلا کر کھانا کھلایا، اس میں دو جریب کی مقدار آٹا خرچ ہوا اور
سات سیر کی مقدار سرکہ اور روغن زیتون خرچ ہوا، اس کے بعد ہر
شخص کے ساٹھ وقت (ایک ماہ) کا غلہ، دو جریب (ایک من پانچ سیر
کی مقدار) اور ساڑھے تین تین سیر سرکہ اور روغن زیتون مقرر کیا گیا۔

(۱۹) قحط کے زمانہ میں ہر گھر کے افراد کے برابر ضرورتمندوں کو شریک
کرنے کا خیال ظاہر کیا اور قسم کھا کر فرمایا،

۱؎ ابن سعد صفحہ ۳۰۲ ج ۳ و ۲۳۲ ۲؎ فتوح البلدان صفحہ ۴۶ و کتاب الاموال صفحہ ۲۴۷

فواللہ لو ان اللہ ما یعز
بہا ما ترکت باھل بیت
من المسلمین لھم سعۃ
الا ادخلت معھم اعدادھم
من الفقراء فلم یکن اثنان
یھلکان علی ما یقیم واحداً [1]

اگر اللہ اس صورت سے نجات نہ دے
گا تو خدا کی قسم میں ہر مسلمان کے گھر
میں اس کے افراد کے برابر ضرورتمندوں کو
داخل کروں گا۔ جتنی تعداد ایک گھر کے
لئے کافی ہوتی ہے اس میں دو کی شرکت
سے کوئی بھی ہلاک نہ ہوگا،

ان تفصیلات سے ظاہر ہے کہ اسلام کی معاشی تنظیم میں حالات کے لحاظ سے کس قدر وسعت ہے،

---

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی - الباب الثالث والثلاثون -

حضرت عمرؓ کی سیاسی اصلاحات

جدید دور میں سیاست کو اس قدر اہمیت حاصل ہوگئی ہے کہ اس کے بغیر کوئی تنظیم اپنی افادیت زیادہ دنوں نہیں برقرار رکھ سکتی، اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کی سیاسی اصلاحات ذکر کی جاتی ہیں تاکہ اندازہ ہو کہ اسلامی تنظیم کا معیار کس قدر بلند اور حالات کے لحاظ سے اس میں کس قدر وسعت ہے؟

(۱) حضرت عمرؓ نے خلافت کے لئے شوریٰ کو بنیادی نظام کی حیثیت دی اور فرمایا،

لا خلافۃ الا عن مشورۃ [۱] — خلافت مشورہ کے بغیر نہیں ہوتی۔

(۲) خلافت کو پدرانہ حیثیت دی اور کسی کے ساتھ کوئی ترجیحی سلوک روا نہ رکھا، چنانچہ آپؓ نے فرمایا،

انما مثلنا کمثل قوم سافروا فدفعوا نفقاتھم الی رجل — میری خلافت کی مثال اور قوم کی مثال ایسی ہی جیسے کچھ لوگ سفر پر روانہ ہوئے اور خرچ کی رقم اپنے میں سے کسی آدمی کے

[۱] کنز العمال و مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۹۔

منهم فقالوا له انفق علينا فهل له ان يستاثر عليهم بشيء قال لا له	حوالہ کردی اور کہا کہ اوقت ضرورت ہمارا اوپر خرچ کرتے رہو کیا ایسی صورت میں ان کے ساتھ کسی قسم کا ترجیحی سلوک روا ہو سکتا ہے؟ جواب دیا کہ نہیں۔

....

دوسری جگہ ہے۔

ما مثلی و مثل هولاء الا کقوم سافروا فدفعوا نفقاتهم الی رجل منهم فقالوا له انفق علینا فهل له ان یستاثر منها بشیء قالوا لا یا امیرالمومنین ۲	میری خلافت کی مثال اور لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک جماعت نے سفر کیا اور خرچ کی رقم اپنے ہی میں سے کسی آدمی کے یہ کہکر حوالہ کردی کہ ہمارے اوپر خرچ کرتے رہو کیا ایسی صورت میں اس آدمی کے لئے جائز ہوگا کہ کسی معاملہ میں اپنے آپکو ترجیح دے؟ کہا نہیں اے امیرالمومنین

(۳) حضرت عمرؓ نے خلافت کو عوام کی معاشی کفالت کا ذمہ دار ٹھہرایا اور خلافتی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا حوالہ دیا۔

اللہ ورسولہ مولی من لا مولی له ۳	اللہ ورسول دارباب خلافت اس کے سرپرست ہیں جس کا کوئی سرپرست نہیں۔

۱ تاریخ عمر لابن الجوزی الباب التاسع والثلثون ص ۱۰۲ و ۱۰۳ ۲ تاریخ عمر لابن الجوزی الباب التاسع والثلثون ص ۱۰۲ و ۱۰۳ ۳ ابوداود کتاب النکاح باب الولی۔

ایک موقع پر آپ نے خطبہ میں فرمایا۔

ایھا الناس ان اللہ قد کلفنی ان اصرف عنہ الدعاء

اے لوگو! اللہ نے مجھے اس بات کا مکلف کیا ہے کہ اس سے کی جانیوالی دعا کو رد کردوں

عزالدین عبدالعزیز (مشہور شافعی فقیہ) کہتے ہیں،

"دعا رد کرنے کا مطلب ہے کہ حکومت مظلوموں کے ساتھ انصاف کرے اللہ سے ان کو انصاف طلب کرنے کی حاجت نہ رہے لوگوں کی ضرورتیں پوری کرے اللہ سے مانگنے کی نوبت نہ آنے دے"

ایک موقع پر آپ نے اعلان کیا،

ولا یدع فقیرًا فی ولایتہ الا اعطاہ ولا مدیونا الا قضی عنہ دینہ ولا ضعیفا الا اعانہ ولا مظلومًا الا نصرہ ولا ظالما الا منعہ عن الظلم ولا عاریا الا کساہ کسوۃ

مملکت میں ہر تنگدست کو دیا جائے، ہر مدیون کا دَین ادا کیا جائے، ہر کمزور کی مدد کی جائے، ہر مظلوم کی دستگیری کی جائے، ہر ظالم کو ظلم سے روکا جائے ہر ننگے کو کپڑا پہنایا جائے (غرض کوئی ضرورتمند ایسا نہ رہنے پائے جس کی ضرورت نہ پوری ہو)

فتح قادسیہ کے بعد آپنے یہ بیان دیا،

"جب تک لوگوں میں اس قدر وسعت ہے کہ ان کے مال کے ذریعہ ایک دوسرے کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے، مجھے تمہاری ہر ضرورت

لہ قواعد الاحکام لمصالح الانام ج ۱ ص ۶۵ لہ زندگی الرحمٰن ص ۳۲

پوری کرنے کی فکر ہے اور جب وسعت نہ ہوگی تو ہم زندگی میں تنگی کریں گے، یہاں تک کہ کفاف (بقدر حاجت) میں ہم سب برابر ہو جائیں کاش تم جان سکتے کہ مجھے تمہارا کس قدر خیال ہے؟ اس کو میں اپنے عمل کے ذریعہ ہی سمجھا سکتا ہوں، خدا کی قسم میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تمہیں غلام بنا رکھوں بلکہ اللہ کا غلام ہوں، بس حکمرانی کی امانت میرے سپرد ہے اگر میں اس کو امانت سمجھ کر تمہارا حق ادا کروں اور خدمت کے لئے تمہارے پیچھے پیچھے چلوں، یہاں تک کہ تم اپنے گھروں میں سیر ہو کر کھاؤ پیو تو میں اس کے (حکمرانی کے) ذریعہ فلاح پاؤں گا اور اگر میں اس کو ذاتی ملکیت سمجھوں اور (مطالبہ حقوق کے لئے) اپنے پیچھے پیچھے چلنے اور اپنے گھر آنے پر تمہیں مجبور کروں تو میرا انجام خراب ہو جائے گا۔[1]

(۴) حضرت عمرؓ نے خلافتی ذمہ داریوں میں جانوروں کی کفالت کو بھی شامل کیا اور فرمایا۔

لومات کلب علیٰ شاطی	اگر کتا بھوک کی وجہ سے فرات جیسی دور
الفرات جوعا لکان عمر	دراز جگہ پر کے کنارے بھی مرگیا تو قیامت
مسئولاً یوم القیمۃ [2]	کے دن عمرؓ سے اس کی باز پرس ہوگی۔

دوسری جگہ ہے۔

لو ترکت عنز جدبا ء	اگر نہر کے کنارے بھی کوئی خارش والی

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳ [2] توفیق الرحمٰن مطبوعہ مصر ص ۳۴

الی جانب ساقیۃ بکری اس حال میں رہ جائے کہ اس پر (بطور
لمرتدھن لخشیت ان اسئال علاج) تیل کی مالش نہ ہو تو ڈر ہے کہ قیامت
عنھا یوم القیامۃ لے کے دن عمر رضہ سے اس کی بازپرس ہو گی،

(۵) ملک کے تمام افراد کو حقوق اور مملکت کے قوانین میں مساوی قرار دیا، قومیت، ذات، پات، رنگ و زبان اور تصورِ حیات کی بنا پر کسی قسم کی تفریق گوارا نہ کی جیسا کہ "دستور" کی درج ذیل دفعات سے ظاہر ہے،

(۱) مسلم اور غیر مسلم دونوں کے خون کا معاوضہ مساوی ہے۔

(۲) تعزیرات میں دونوں برابر ہیں یعنی جرائم کی جو سزا مسلمانوں کو دی جائے گی وہی غیر مسلم کو دی جائے گی،

(۳) دیوانی قانون میں دونوں برابر ہیں

(۴) غیر مسلموں کو کسی قسم کی تکلیف پہونچانا، حتیٰ کہ پیٹھ پیچھے ان کی برائی کرنا قانوناً جرم ہے،

(۵) غیر مسلموں کی عزت و آبرو کی اس قدر حفاظت کی جائے گی جس قدر مسلمانوں کے عزت و ناموس کی حفاظت کی جائے گی،

عمر بن سعد رضہ جو حمص کے حاکم تھے اور زہد و تقدس میں تمام عہدہ داروں سے ممتاز تھے ایک مرتبہ ان کی زبان سے ایک غیر مسلم کے لئے یہ لفظ نکل گیا،

لے التبر المسلوک حاشیہ سراج الملوک غزالی ص۱۰۰۔

اخزاک اللہ۔ اللہ تجھ کو رسوا کرے۔

اس پر ان کو اس قدر ندامت ہوئی کہ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوکر اپنی ملازمت سے استعفیٰ دیدیا اور کہا کہ "اس ملازمت کی بدولت مجھ سے یہ حرکت سرزد ہوئی ہے"۔ [1]

(۶) ہر قوم و ملک کے مذہب و کلچر کو خصوصیت سے برقرار رکھا اور غیر مسلموں کے معاملات ان ہی کے مذہبی طریقے اور رسم و رواج کے مطابق طے کیے،

چنانچہ ابو عبیدؒ کہتے ہیں،

اقرا ھلھا فیھا علی ملتھم وشرائعھم [2] — مفتوحہ ممالک کے باشندوں کو ان کے اپنے مذہب اور رسم و رواج پر برقرار رکھا

دوسری جگہ ہے۔

فھم احرار فی شھاداتھم ومناکحاتھم ومواریثھم وجمیع احکامھم [3] — یہ لوگ اپنی شہادتوں میں نکاح کے معاملات اور وراثت کے قانون میں غرض اپنے تمام قواعد و قانون میں آزاد تھے

اس زمانہ کے ایک نسطوری پادری نے اپنے تخیلات کے بارے میں یہ تاثرات قلمبند کیے ہیں۔

"یہ طائی (عرب) جنہیں خدا نے آج کل حکومت عطا فرمائی ہے وہ ہمارے بھی مالک بن گئے ہیں لیکن وہ عیسائی مذہب سے مطلق برسرپیکار نہیں

[1] ازالۃ الخفاء ص۲۰۳ [2] الاموال ص۱۰۱ [3] ایضاً ص۱۴۰

ہیں، بلکہ اس کے برخلاف وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں ہمارے پادریوں اور مقدس لوگوں کا احترام کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں اور کلیساؤں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں ؎

پروفیسر ہوا کمر قانون بین الممالک کی تاریخ میں لکھتے ہیں،

متمدن اور تہذیب سلطنتوں پر وحشیوں کا دھاوا بولنا اور غالب آ کر سلطنت وحکومت کا مالک بن جانا تاریخ کا ایک عادی واقعہ ہے، لیکن جرمنوں، تاتاریوں وغیرہ وحشیوں کے برخلاف عجیب بات یہ ہے کہ عرب کے بدو جب اپنے صحرائی برِّ اعظم سے باہر کی دنیا میں امنڈنے لگے تو اُن عربی فاتحین کو عام تصوّر کے وحشی فاتحین میں کسی طرح نہیں شامل کیا جاسکتا کیوں کہ ان وحشی بدوؤں میں پہلے ہی دن سے ان کے مفتوحوں سے بھی بڑھ کر تہذیب اور اخلاقِ حسنہ نظر آتے ہیں ؎

کلیسائی تاریخ وجغرافیہ کے قاموس میں ایک رومن کیتھولک پادری نے لکھا ہے،

" مسلمان عربوں کو یعقوبی رجا کو بائٹ) عیسائیوں نے بھی اپنے نجات دہندوں کی حیثیت سے ہاتھوں ہاتھ لیا، مسلمانوں کی سب سے اہم جدت جس کا یعقوبی عیسائیوں نے دلی خوشی سے استقبال کیا یہ تھی کہ انہوں نے ہر مذہب کے پیروؤں کو ایک خود مختار وحدت قرار دیا اور اس مذہب کے سرداروں کو ایک بڑی تعداد میں دنیاوی ور عدالتی اقتدارات عطا کئے"، ؎

؎ عہدِ نبوی میں نظامِ حکمرانی ص ۱۵ ؎ ہسٹری آف دی لاآف نیشن از عہدِ نبوی ۔

؎ نظامِ حکمرانی ص ۱۵ ؎ ایضاً ۔

(۷) غیر مسلموں کو ملکی انتظامات میں شریک و دخیل بنایا،

کتب عمر بن الخطاب الی اهل الکوفة یبعثون الیہ رجلاً من اخیرهم واصلحهم والی اهل البصرة کذلک والی اهل الشام کذلک ۱؎	حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ و بصرہ اور اہل شام کو لکھا کہ اپنے میں سے بہتر اور صاحب صلاحیت افراد کو منتخب کر کے بھیجیں۔

اسی طرح اکثر سابق غیر مسلم افسران کو مقامی باشندوں کی مرضی سے بحال رکھا اور حکومت کا مزاج بدل جانے کے بعد ان سب نے ظلم و ستم کی راہیں چھوڑ دیں، علامہ مقریزی رح کہتے ہیں،

فکانت جبایتهم بالتعدیل ۲؎	ان افسروں کی وصول، تحصیل عدل و انصاف کے ساتھ ہو گئی تھی۔

(۸) افسروں اور عہدیداروں کے تقرر کے لئے ضابطے مقرر کئے اُن کی تحقیق و تفتیش کے لئے خفیہ پولیس کا علیحدہ محکمہ قائم کیا اور ان کے لئے خصوصی قانون مقرر کیے، مثلاً

(۱) ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوں۔

(۲) باریک کپڑے نہ پہنیں۔

(۳) میدہ کی روٹی نہ کھائیں

(۴) لوگوں کی ضرورتوں سے اپنے دروازے بند نہ کریں۔

(۵) بیمار کی بیمار پرسی کے لئے جایا کریں۔

۱؎ کتاب الاموال فی تقبیل السواد و اختیار الولاۃ ۲؎ کتاب الخطط للمقریزی ج ا ص ۱۳۰

اگر کوئی افسر و عہدیدار ان قوانین کی خلاف ورزی کرتا تو اس کے خلاف سخت کارروائی کی جاتی۔

اذا بلغه ان عاملہ لا یعود المریض ولا یدخل علیہ الضعیف نزعه[1]	جب شکایت پہونچتی کہ آپ کا مقرر کردہ حاکم مریض کی عیادت نہیں کرتا اور کمزور و ضعیف اس کے پاس نہیں آ پاتے تو ایسے حاکم کو معزول کر دیتے تھے۔

ایک شخص نے مصر کے حاکم اعلیٰ (گورنر) عیاض بن غنم کی ان الفاظ میں شکایت کی،

"اے عمرؓ کیا حاکموں سے صرف حلف لے لینے سے آپ کو اللہ کی باز پرس سے نجات مل جائے گی کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عیاض بن غنمؓ باریک کپڑا پہنتے ہیں اور دروازے پر دربان رکھا ہے[2]"

یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہؓ (سفیر) کو حکم دیا کہ "عیاض بن غنم" جس حالت میں ہوں مہلت دیئے بغیر میرے پاس حاضر کرو، محمد بن مسلمہ جب مصر پہونچے تو واقعی عیاض بن غنمؓ باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے، حسب الحکم مہلت دیئے بغیر اسی حالت میں لے آئے گئے، حضرت عمرؓ نے دیکھنے کے بعد فرمایا

انزع قمیصک ودعا بمدرعة صوف وربیضة من غنم	اپنی قمیص اتار دو اور پھر کملی کا جبہ اور بکریوں کا گلہ منگوا کر حکم دیا کہ کملی کا جبہ

[1] کتاب الخراج [2] ایضاً۔

وعصاً فقال البس هذه المدرعة وخذ هذه العصا وارع هذه الغنم واسق من مر بك[1]

پہن لو، اور بکریوں کا گلہ اور عصا لے کر جنگل کی طرف جاؤ، وہاں جا کر بکریاں چراؤ اور راستہ سے جو گذرے اس کو پانی پلاؤ۔

اسی طرح حضرت سعد بن وقاص رضؓ کے خلاف لوگوں نے شکایت کی کہ وہ گھر کے اندر عدالت کرتے ہیں باہر نہیں کرتے ہیں، یہ سنکر حضرت عمر رضؓ نے محمد بن مسلمہ رضؓ کو بلا کر کہا،

اذهب الى سعد بالكوفة وحرق عليه قصره ولا تحدثن حدثا حتى تأتيني

سعد رضؓ کے پاس کوفہ جاؤ اور ان کے محل کو جلا دو، وہاں وہ کوئی نئی بات نہ کرنا یہاں تک کہ میرے پاس آجاؤ۔

محمد بن مسلمہ رضؓ حکم کی تعمیل میں کوفہ گئے، جہاں ایک بنطی سے لکڑی کا گٹھا خریدا اور محل کو آگ لگا دی، سعد رضؓ نے نکل کر پوچھا،

ما هذا!

یہ کیا حرکت ہے؟

ابن مسلمہ رضؓ نے جواب دیا،

عزمة امير المومنين رضؓ

امیر المومنین رضؓ کا حکم ہے،

یہ سنکر وہ خاموش ہو گئے اور محل جل گیا، سعد رضؓ نے ابن مسلمہ رضؓ کو واپسی کے وقت سفر خرچ دینا چاہا لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا واپس آنے کے بعد حضرت عمر رضؓ نے سفر خرچ کے بارے میں پوچھا،

---

[1] کتاب الخراج۔ ایضاً۔

هلا قبلت نفقة — تم نے خرچ کیوں نہیں قبول کیا

جواب دیا۔

انک قلت لا نحدث شئ حدثا حتی تاتینی [1] — آپ نے کہا تھا کہ کوئی نئی بات نہ کرنا یہاں تک کہ میرے پاس آ جاؤ۔

(۹) افسر اعلیٰ مقرر کرتے وقت اس کے مال اور اسباب کی مفصل فہرست تیار کر کے دفتر میں محفوظ رکھنے کا حکم دیا، پھر اگر اس کی حالت میں غیر معمولی ترقی ہوتے دیکھا تو اس سے مواخذہ کیا

کان عمر بن الخطاب یکتب اموال عماله اذ ولاهم ثم یقاسمهم ما زاد علیٰ ذلک [2] — حضرت عمرؓ جب کسی کو حاکم اعلیٰ مقرر کرتے تو اس کے اموال کی فہرست تیار کراتے پھر جو اس سے زیادہ ہوتا اس میں سے بیت المال کا حصّہ لیتے تھے۔

(۱۰) حکومت کا انتظام چلانے کے لئے قدیم سلطنتوں اور حکمرانوں کے انتظامات و قوانین سے کافی استفادہ کیا اور جس کی جو چیز اچھی دیکھی اس کو قبول کرنے میں پس و پیش نہ کیا، چنانچہ عشور، خراج، دفتر اور رسد وغیرہ میں ایران و شام کے قوانین کو سامنے رکھا جیسا کہ طبری نے نوشیروان کے انتظامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وهی الوضائع التی اقتدی بها عمر بن الخطاب حین — یہ وہ قواعد ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جب ایران فتح کیا

[1] کتاب الخراج [2] فتوح البلدان

فتح بلاد الفرس ؎۱

توان پر عمل کیا۔

علامہ ابن مسکویہ رحؒ نے لکھا ہے۔

وکان عمر یکثر الخلوة بقوم من الفرس یقرؤن علیه سیاسات الملوك ولا سیما ملوك العجم وسیما انوشیروان فانه کان معجبًا بها کثیر الاقتداء بها ؎۲

حضرت عمرؓ فارس (ایران) کے چند لوگوں کو اپنے پاس رکھتے تھے، جو بادشاہوں کے آئینِ حکومت سے انھیں واقف کراتے تھے خصوصًا شاہانِ عجم کے اور ان میں بھی خاص طور پر نوشیرواں کے آئین کہ پیروی کے لئے ان کو بہت پسند تھے۔

ایران کا رئیس "ہرمزان" جب اسلام لایا تو حضرت عمرؓ نے اس کو اپنے خاص لوگوں میں اس لئے داخل کیا تاکہ ملکی انتظامات سے متعلق مشورہ لینے میں سہولت ہو، اسی طرح عراق کے بندوبست کا وقت آیا تو حذیفہؓ اور عثمان بن حنیفؓ کو لکھا کہ عراق کے دو بڑے زمینداروں کو میرے پاس بھیجدو، بالآخر یہ زمیندار مترجم کیساتھ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انہوں نے مال گذاری سے متعلق امور دریافت کئے۔ ؎۳

(۱۱) حکومت کا انتظام چلانے کے لئے خفیہ محکمہ قائم کیا تاکہ کوئی اہم بات ان کی نظروں سے مخفی نہ رہنے پائے۔

؎۱ تاریخ کبیر طبری ص۲۶ ؎۲ تجارب الامم از الفاروق ج۲ ص۱۹ ؎۳ کتاب الخراج ص۲۱

وکان عمر لا یخفی علیہ شئ فی عملہ[1] | عمر رضؓ پر کوئی بات مخفی نہ رہتی تھی،

اسی کا نتیجہ تھا کہ افسران و عہدیدان ان کے مشورہ کے بغیر کوئی اہم قدم نہ اٹھا سکتے تھے[2]

(۱۲) بیت المال کا دائرہ وسیع کر کے کوئی رقم اس سے باہر نہ ہونے دی چنانچہ خانہ کعبہ میں مدت کا چڑھاوا جمع تھا اس کے بارے میں فرمایا،

لقد هممت ان لا ادع فیہا صفراً ولا بیضاء الا قسمتہ[3] | میں نے ارادہ کیا ہے کہ جو کچھ اس میں سونا چاندی ہے سب کو لوگوں میں تقسیم کر دوں،

ایک مرتبہ ام کلثوم رضؓ (حضرت عمر رضؓ کی زوجہ) نے قیصر کی بیوی کے پاس بطور تحفہ عطر کی چند شیشیاں بھیجیں، اس نے شیشیوں کو جواہرات سے بھر کر واپس کیا، جب حضرت عمر رضؓ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ "عطر اگرچہ تمہارا تھا لیکن جو آدمی لے کر گیا تھا وہ سرکاری تھا اور اس کے مصارف بھی سرکاری خزانے سے ادا کئے گئے تھے، اس بنا پر وہ جواہرات سرکاری خزانہ کے ہیں، پھر ام کلثوم رضؓ کو کچھ معمولی معاوضہ دے کر جواہرات خزانہ میں داخل کر لئے[4]

(۱۳) حالات کی مناسبت سے ہر ملک کو قابو میں رکھنے کے لئے الگ الگ انتظامات کئے اور کسی ایک انتظام میں اپنے آپ کو پابند نہیں بنایا، چنانچہ عراق وایران فتح ہونے کے بعد وہاں کے زمینداروں اور سرداروں کی سیاسی تنخواہیں مقرر کیں، شام ومصر کے لوگوں کے ساتھ دوسرے

---

[1] تاریخ طبری ص۲۵، ۲۶ [2] طبری ص۲۴ [3] بخاری باب کسوۃ الکعبہ [4] الفاروق ج ۲ ص ۱۹۳ -

قسم کے فیاضانہ سلوک کئے اور عرب میں سیاسی لوگوں کو عہدہ دیکر اور افسران کا تبادلہ کر کے لوگوں کو قابو میں رکھا ۔

(۱۴) عملاً معاشرتی امتیازات ختم کر کے اصول مساوات کو زیادہ سے زیادہ رواج دیا ۔ چنانچہ حج کے زمانہ میں ایک مرتبہ ملک کے اونچے عہدیداران کو طلب کر کے عام مجمع میں اعلان کیا کہ جس کو ان لوگوں سے شکایت ہو وہ آکر پیش کرے ، ایک شخص نے کہا کہ فلاں گورنر (عامل) نے بلا وجہ مجھ کو سو کوڑے مارے ہیں ، حضرت عمر رض نے فرمایا کہ "اٹھ کر اس سے بدلہ لے لو" ، اس پر عمرو بن العاص رض (گورنر) نے حضرت عمر رض سے عرض کیا کہ اس طرح افسران بددل ہو جائیں گے اور کوئی عہدہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا ، حضرت عمر رض نے فرمایا کہ "میں بدلہ ضرور دلواؤں گا" بالآخر عمرو بن العاص رض نے مدعی کو دو سو دینار دے کر دعویٰ واپس کرا دیا [۱]

(۱۵) رفاہی حکومت قائم کی تھی جس سے نہ کسی فرد کو محروم ہونے دیا اور نہ کسی میں کاہلی اور مفت خوری کی عادت پیدا ہونے دی ، جیسا کہ اس کی تفصیلات "معاشی اصلاحات" میں ذکر ہو چکی ہیں ۔

(۱۶) عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کیا اور علیحدگی کے بعد عدالت کے قواعد مقرر کئے ، قاضیوں کے انتخاب کے طریقے وضع کئے اور ان کو حالات کے لحاظ سے خاص ہدایتیں دیتے رہے ، چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رض گورنر کے نام فرمان میں صیغۂ عدالت کے یہ اصول درج ہیں ۔

[۱] کتاب الخراج ۔

"اس معاملہ کو خوب سمجھو جس کے لئے تمہاری طرف رجوع کیا جائے، جس حق کا نفاذ نہ ہو اس پر گفتگو نفع نہیں دیتی، اپنی مجلس اور اپنے فیصلہ میں لوگوں کو برابر رکھو تاکہ طاقتور تم سے بے انصافی کی توقع نہ رکھے اور کمزور تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہو، مدعی کے ذمہ ثبوت ہے اور مدعا علیہ پر قسم ہے، مسلمانوں کے درمیان صلح کی بڑی قیمت ہے بشرطیکہ وہ کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہ کردے، جو شخص کسی غائب حق کا دعویٰ کرے یا غائب گواہ کا نام لے تو اس کو مہلت دو تاکہ اس تک پہونچ سکے، اگر حاضر کردے تو اس کے حق میں فیصلہ کردو اور اگر عاجز ہے تو اس کے خلاف ڈگری دیدو، یہ بات عذر داری میں زیادہ مناسب اور تاریکی کو زیادہ دور کرنے والی ہے، اگر تم نے آج کوئی فیصلہ کیا پھر حق واضح ہو گیا تو اس میں اپنی رائے سے رجوع کرتے اور نظرِ ثانی کرنے کا تمہیں اختیار ہے، بے شک حق قدیم ہے جس کو کوئی شئے باطل نہیں کر سکتی اور باطل میں پھنسنے سے حق بات کی طرف رجوع کرنا زیادہ بہتر ہے، مسلمان ثقہ ہیں ان میں بعض کی شہادت بعض کے لئے مقبول ہے، البتہ جن پر حد لگی ہو، یا جھوٹی شہادت کے مجرم ہوں، یا ولا اور وراثت میں خیانت کے متہم ہوں وہ مستثنیٰ ہیں، اللہ تعالیٰ نے خفیہ باتوں سے اعراض کیا ہے اور حدود سے پردہ پوشی کی ہے اگر گواہ قائم ہوں تو علیحدہ بات ہے، تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ معاملات میں انتہائی سمجھ بوجھ سے کام لو، بالخصوص وہ معاملات جن کی قرآن و سنت

میں صراحت نہیں ہے ایسی صورتوں میں امثال و نظائر کو تلاش کرو اور غور و فکر کے بعد ان پر قیاس کرو، پھر تمہاری رائے میں جو بات اللہ کو زیادہ محبوب اور حق کے زیادہ مشابہ ہو اس پر اعتماد کرو، غصہ ڈانٹ ڈپٹ، اضطراب لوگوں کی ایذا رسانی اور عدالت کے وقت لعنت ملامت سے پرہیز کرو، حق کے مواقع پر ٹھیک فیصلہ سے اللہ کے نزدیک اجر اور ذکر خیر کے مستحق ہو گے، حق کے معاملہ میں جس کی نیت خالص ہوتی ہو اگر اس کے خلاف کوئی بات پیش آئی تو اللہ اسکی مدد کرتا ہے اور جو شخص کسی ایسی بات سے اپنے کو مزین کرتا ہے جو اس کے اندر نہیں ہے تو اللہ اس کو عیب دار کر دیتا ہے اللہ اپنے بندوں سے خلوص ہی قبول کرتا ہے، خلوص پر دنیاوی اور اخروی زندگی میں اللہ کے پاس جو اجر و رحمت کے خزانے ہیں وہ بے شمار ہیں۔[1]

(۱۷) اپنے خطوط و ہدایات میں صحت فہم و حسن نیت پر کافی زور دیا ہے گویا یہ وہ بنیادی ستون ہیں جن پر عدلیہ کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔

علامہ ابن قیم رح کہتے ہیں،

صحة الفهم نور يقذفه الله	صحت فہم ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ بندہ
فی قلب العبد يميز به بين	کے دل میں ڈالتا ہے اور جس کے ذریعہ صحیح
الصحيح والفاسد والحق والباطل	و فاسد، حق و باطل، ہدایت و ضلالت
والهدى والضلال والغى والرشاد[2]	اور رشد و گمراہی میں تمیز ہوتی ہے،

[1] اعلام الموقعین ج رسالہ عمر الی ابی موسیٰ ص ۹۹ – [2] ایضاً فصل النوع الراجح من الرای المحمود ج ۱

(۱۸) حضرت عمرؓ نے عدالت کے ججوں کی زیادہ تنخواہیں مقرر کیں اور حالات کے لحاظ سے یہ حکم دیا کہ جج دولت مند اور معزز شخص ہی کو بنایا جائے کیوں کہ دولتمند سے رشوت نہ لینے کی زیادہ توقع تھی اور معزز سے مرعوب نہ ہونے کی زیادہ امید تھی [۱]

(۱۹) عدالت کا معیار اس حد تک بلند کیا کہ گھر والوں کے ساتھ رعایت کے بجائے مزید سختی کا برتاؤ کیا، چنانچہ ان کا دستور تھا کہ،

"جب لوگوں کو کسی چیز سے روکتے تو اپنے گھر والوں کو جمع کر کے فرماتے کہ میں نے فلاں فلاں چیز سے منع کیا ہے اور لوگ تمہاری طرف ایسے ہی دیکھ رہے ہیں جیسے پرندہ گوشت کی طرف دیکھتا ہے اگر تم بچو گے تو وہ بھی بچیں گے اور تم مبتلا ہو گے تو وہ بھی مبتلا ہوں گے اگر تم میں سے کسی نے منع کی ہوئی باتوں کا ارتکاب کیا تو اپنے تعلق کی وجہ سے خدا کی قسم میں اس کو دوگنی سزا دوں گا، اب اختیار ہے جو چاہے آگے بڑھے اور جو چاہے پیچھے ہٹے [۲]

(۲۰) حکومتی طبقہ کیلئے عام حالات میں متوسط درجہ کا معیار زندگی پیش کیا اور اس پر سختی کے ساتھ قائم رہے، چنانچہ فرمایا،

وقوتی وقوت اھلی کقوت	میری اور میری اہل وعیال کی روزی بس اسی قدر ہے
رجل من قریش لیس	جتنی کہ قریش میں سے ایک متوسط درجہ شخص کی ہوتی
باغناھم ولا بافقرھم [۳]	ہے جو نہ زیادہ مالدار ہو اور نہ زیادہ مفلس ہو

[۱] اخبار القضاۃ لمحمد بن خلف از الفاروق [۲] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب السادس والسبعون ص ۲۳۶ [۳] ایضاً الباب التاسع والثلثون ص ۱۰۳

(۲۱) خاص حالات میں جبتک دوسروں کے لئے ضروریاتِ زندگی کی فراہمی نہ ہوجائے اس معیار کو بھی گوارا نہ کیا، جیساکہ قحط کے زمانہ میں گھی، دودھ اور دوسری چکنائی کی چیزوں کا استعمال ترک کردیا اور فرمایا،

بئس انا ان اکلہ حتی	میں اس کو اس وقت تک چکھوں گا
یحیی الناس ؎۱	جب تک لوگوں کو زندگی نہ حاصل ہو،

اور جب صاحبزادے نے تنگیٔ رزق کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا،

واللہ مالک عندی غیر	خدا کی قسم: میرے پاس تمہارا اتنا ہی
سھمک فی المسلمین وسعک	حصہ ہے جتنا دوسری مسلمانوں کا ہے
او عجز عنک ؎۲	اس میں تمہیں وسعت ہو یا تنگی،

(۲۲) حکومت کے سب سے بڑے نمائندہ "خلیفہ" کو ایک فرد کی حیثیت دی، نہ اُس کی رائے کو دو رائے کے برابر قرار دیا اور نہ اس کو "ویٹو" کا حق دیا، جیساکہ مجلس شوریٰ میں فرمایا۔

انی واحد کاحد کم ؎۳	میری حیثیت تم میں کے ایک فرد کی ہے

(۲۳) خلافت کیلئے کسی کو نامزد نہیں کیا، بلکہ حالات کے لحاظ سے چھ آدمیوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی، اور ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ مقرر کرنے کی ہدایت فرمائی، ممبران کمیٹی کے نام یہ ہیں۔

(۱) حضرت عثمان رض (۲) حضرت علی رض۔ (۳) حضرت عبدالرحمن

؎۱ ایضاً الباب الثالث والثلثون ۳۰۸ ؎۲ ایضاً الباب الثالث والثلثون ۳۰۸

؎۳ الخراج لابی یوسف ص ۲۵ و ۲۶

بن عوف رضؓ (۳) حضرت سعد بن وقاص رضؓ (۵) حضرت زبیر بن العوام رضؓ (۶) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضؓ

بالآخر حضرت عثمان رضؓ خلیفہ مقرر کئے گئے۔

(۲۴) خلافت کے معاملہ میں اپنے بیٹے کے ساتھ کوئی رعایت گوارا نہ کی حتیٰ کہ مذکورہ کمیٹی میں بھی ان کو شریک نہ کیا، نیز لوگوں کی خواہش کے باوجود گورنری کا عہدہ ان کے سپرد نہ کیا، جیسا کہ تفصیل پہلے گذر چکی۔

(۲۵) سیاست کو مکر و فریب سے پاک کر کے مستقل ادارہ کی حیثیت دی اور سیاست شرعیہ کے تحت بہت سے اہم فیصلے کئے جن کی تفصیل مستقل عنوان کے تحت آئے گی، مذکورہ اصلاحات سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے سیاست کا معیار کس قدر بلند کیا کہ جس کے ذریعہ اسلامی تنظیم اپنی افادیت برقرار رکھ سکی۔

حضرت عمرؓ کے قانونی ماخذ

"ماخذ سے وہ ذرائع (SOURCES) مراد ہیں جن سے قانون حاصل کیا جاتا ہے، حضرت عمرؓ نے جن ذرائع سے کام لے کر اسلامی قانون کو زندۂ جاوید بنایا یہ ہیں۔

(۱) قرآنِ حکیم۔

(۲) حدیث۔

(۳) اجماع۔

(۴) قیاس۔

ہر ایک کی کسی قدر تفصیل درج ذیل ہے

(۱) قرآنِ حکیم اصول کلیات کی کتاب ہے، اس میں جزوی قوانین کی بحث بہت کم ہے، اسلامی قانون کا اصل ماخذ یہی ہے، باقی سب اسی کی شرح ہیں اگر اس میں کوئی قانون موجود ہے تو پھر کسی اور کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جیسا کہ حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کو ایک خط میں لکھا تھا۔

اذا وجدت شیئاً فی کتاب الله فاقض به ولا تلتفت الی غیره وان اتاک شیئ لیس فی کتاب الله فاقض بما سن رسول الله صلی الله علیه وسلم وان اتاک ما لیس فی کتاب الله ولا سنة رسول الله فاقض بما اجمع علیه الناس وان اتاک ما لیس فی کتاب الله ولا سنة رسول الله ولم یتکلم فیه قبلک فان شئت ان تجتهد رایک [1]

جب تم اللہ کی کتاب میں کوئی حکم پاؤ تو اس کے مطابق فیصلہ کرو، پھر کسی اور کی طرف توجہ نہ کرو، اور اگر کسی صورت کا (صراحتہً) ذکر اللہ کی کتاب میں نہیں ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو، اور اگر سنت رسول اللہ میں بھی نہ ہو، تو پھر جس پر پہلے لوگوں نے اتفاق کیا ہو اس کے مطابق فیصلہ کرو، اور اگر لوگوں نے اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہ کی ہو تو چاہے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو،

....

دوسری جگہ ہے۔

لما بعث عمر شریحا علی قضاء الکوفة قال له انظر ما تبین لک فی کتاب الله فلا تسأل

جب حضرت عمر رض نے شریح کو کوفہ کا قاضی بنایا تو ان سے کہا کہ جو بات اللہ کی کتاب میں ظاہر ہو اس کے

[1] اعلام الموقعین ج ۱ فصل قال اہل الرای الخ۔

عندنا حتی اذا ما لم یتبین لك فی کتاب اللہ فاتبع فیہ سنۃ رسول اللہ وما لم یتبین لك فیہ السنۃ فاجتہد فیہ برایك [1]

بارے میں کسی اور سے سوال کرو اور اگر اس میں ظاہر ہو تو سنت کی اتباع کرو اور اگر اس میں بھی نہ ہو تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو۔

حضرت عمرؓ نے قرآن حکیم کو اصل ماخذ تسلیم کرنے اور اس کو سب پر مقدم رکھنے میں "اصول نسخ" کو نظر انداز نہ ہونے دیا بلکہ اس سے زیادہ کام لیا جیسا کہ ان کے فیصلوں سے ثابت ہے۔

"اصول نسخ" کا تعلق قانون کے طریق نفاذ اور اس کا موقع و محل متعین کرنے سے ہے۔ یعنی قانون کو اپنی جگہ برقرار رکھتے ہوئے قوت نافذہ کو اس کے نفاذ میں حالات کے لحاظ سے درج ذیل قسم کے اختیارات کی گنجائش ہے۔

(۱) قانون کے نفاذ کو مقدم یا موخر کر دینا،

(۲) قانون میں عمومیت ہے تو اس میں خصوصیت پیدا کرنا۔

(۳) مطلق ہے تو اس کو مقید کر دینا۔

(۴) قانون کی وسعت کو محدود کر دینا۔

(۵) قانون سے بعض صورتوں کو مستثنیٰ کر دینا۔

(۶) نفاذ میں کسی شرط کا اضافہ کرنا

(۷) کسی صفت کا اضافہ کرنا۔

متقدمین کے نزدیک "نسخ" کے مفہوم سے مذکورہ بیان کی

[1] ایضاً۔

تائید ہوتی ہے، وہ یہ ہے۔

رفع دلالة العام والمطلق والظاهر وغيرها تارة اما بتخصيص او تقييد او حمل مطلق على مقيد وتفسيره وتبيينه حتى انهم يسمون الاستثناء والشرط والصفة نسخا لتضمن ذلك رفع دلالة الظاهر وبيان المراد فالنسخ عندهم وفي لسانهم هو بيان المراد بغير ذلك بل بامر خارج عنه[1]

نسخ کبھی عام، مطلق اور ظاہر لفظ وغیرہ کی دلالت اٹھا دینے کو کہتے ہیں، یعنی عام میں تخصیص اور مطلق میں تقلید کی جاتی ہے، یا مطلق کو مقید پر حمل کر کے اس کی تفسیر و توضیح کی جاتی ہے، یہاں تک کہ استثنا، شرط اور صفت کو بھی "نسخ" کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے ذریعہ بھی ظاہر کی دلالت اٹھا دی جاتی اور مراد کو بیان کیا جاتا ہے "سلف" کی زبان میں "نسخ" مراد کے بیان کا نام ہے یہ بیان اس لفظ کے غیر سے بلکہ کسی امر خارج سے بھی ہوتا ہے۔

دوسری جگہ ہے۔

هو رفع الظاهر لتخصيص او تقييد او شرط او مانع فهذا اكثر من

کسی تخصیص، تقیید شرط یا مانع کی وجہ سے ظاہری حمل کو نظر انداز کرنا عمومی طور پر سلف اسی کا نام "نسخ"

[1] ایضاح ج ۱ فصل المراد بالنسخ عند عامة السلف۔

السلعة بتسمية نسخا [1] — رکھتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کہتے ہیں۔

والثاني ان يكون شيء مظنة مصلحة او مفسدة فيحكم عليه حسب ذلك ثم يأتي زمان لا يكون فيه مظنة لها فيتغير الحكم [1]

نسخ کی دوسری قسم یہ ہے کہ کسی مصلحت کی رعایت سے یا مفسدہ کے اندیشہ سے کوئی حکم دیا جائے پھر بعد میں ایسا ہو کہ اس میں وہ مصلحت یا اندیشہ باقی نہ رہ جائے تو وہ حکم بدل جائے گا۔

فقہاء نے "نسخ" کو "بیان" کے ضمن میں ذکر کیا ہے جس کی حیثیت تعبیر وتفسیر کی ہے۔

شرعی احکام کی مثال ہر طبیب کے اس نسخہ کی ہے جس کو وہ نبض کی حرکت، مریض کی حرارت مرض اور مزاج کی کیفیت، قوی، عمر اور موسم کو ملحوظ رکھ کر تجویز کرتا ہے، اور پھر مریض، مرض اور موسم میں تبدیلی کے ساتھ نسخہ میں جزوی تبدیلی کرتا رہتا ہے اور اگر سابقہ حالت پھر واپس آ جاتی ہے تو سابقہ لکھی ہوئی دوائیں دوبارہ استعمال کرانے لگتا ہے، بعینہ اس کا یہی طرز عمل تجویز کی ہوئی غذا کے بارے میں ہوتا ہے ایسی حالت میں نہ نسخہ کی کسی دوا کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور نہ طبیب کے اختیار تمیزی کو سلب کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ باب اسباب النسخ

[2] توضیح تلویح باب البیان من تبدیل وتغییرہ وتفسیر

مذکورہ "نسخ" گویا طبیب کا اختیار تمیزی ہے جس کے لئے ہماری زبان میں موقع و محل کی تعیین کا لفظ زیادہ موزوں ہے اور اس کے لئے احکام منصوصہ و غیر منصوصہ کی تخصیص نہیں ہے۔

انفرادی و اجتماعی حالات کے لحاظ سے احکامِ شرعیہ کے موقع و محل کی تعیین کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے اگر اس ضرورت کو ملحوظ رکھ کر تعیین نہ کی جاتی رہے تو اکثر حالات میں بیشتر احکام ناممکن العمل قرار پائیں گے یا ان کا کوئی محل نہ باقی رہے گا اور بالآخر قانون و زندگی کا رشتہ منقطع ہو جائے گا۔

(۲) حدیث قرآنِ حکیم کی عملی شرح اور اس کی ہدایت کے مطابق تیار کی ہوئی عمارت ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

سیاتی قوم یجادلونکم فی مشتبھات القران فخذ وھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ [۱]	آئندہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآنی شبہات میں تم سے جھگڑیں گے تم ان پر سنتوں کے ذریعہ حجت قائم کرو کیوں کہ اصحابِ سنن اللہ کی کتاب کو زیادہ جانتے ہیں

ایک موقع پر سنت کو قانونی حیثیت دیتے ہوئے فرمایا۔

ایھا الناس قد سنت لکم السنن و فرضت لکم الفرائض و ترکتم علی الواضحۃ	لوگو تمہارے لئے سنتیں مقرر کر دی گئیں، فرائض کی تعیین ہو چکی اور تم کو واضح راستہ پر لگا دیا گیا مگر یہ

[۱] مقدمۃ المیزان" از فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر"

الا ان تضلوا بالناس یمینًا وشمالًا [1]

کہ تم لوگ خود ہی دائیں بائیں مڑ کر گمراہ ہو جاؤ۔

حضرت عمر رض نے "حدیث" کو بحیثیت ماخذ استعمال کرنے میں بنیادی حیثیت سے چند باتوں کا لحاظ رکھا۔

(۱) حدیثوں کے درمیان فرق وامتیاز کو نظرانداز نہ ہونے دیا جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں۔

"تحقیق وتلاش کے بعد یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جن حدیثوں کا تعلق تبلیغ شریعت اور اخلاقِ انسانی کی تکمیل سے ہے، حضرت عمر رض ان میں اور دوسری حدیثوں کے درمیان فرق کرتے تھے، چنانچہ جو حدیثیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف نیز لباس و عادات میں سنن زوائد سے تعلق رکھتی ہیں ان کو دو وجہ سے کم روایت کرتے تھے۔

(الف) ان کی طرف زیادہ توجہ کرنے سے سنن ہدیٰ اور سنن زوائد میں اشتباہ ہو جائے گا، نیز زوائد کی طرف زیادہ توجہ سنن ہدیٰ کے لیے رکاوٹ بنے گی۔

(ب) حضرت عمر رض کے زمانہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف صحابہ رض کی کثیر تعداد موجود تھی جن کو ان چیزوں کی تعلیم کی ضرورت نہ تھی۔ [2]

---

[1] الاعتصام ج ۱۔ الوجہ الثالث من النقل الخ [2] ازالۃ الخفاء مقصد دوم نکات تتمہ مذہب فاروق اعظم رض صد ۱۴۱

(۲) حدیثیں کم روایت کرنے کا حکم دیا اور کثرتِ روایت سے سختی سے منع کیا، کثرتِ روایت میں چار قسم کے خدشات پیشِ نظر تھے۔

(الف) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی غلط بات منسوب ہو جائے

(ب) حدیث میں مشغولیت قرآن حکیم سے بے توجہی کا باعث نہ بن جائے

(ج) جن حدیثوں سے کوئی شرعی غرض وابستہ نہیں ہے ان کو زیادہ اہمیت نہ حاصل ہو جائے۔

(د) حدیثوں میں فرق و امتیاز نہ قائم رہے اور تشریعی و غیر تشریعی حدیثیں ایک درجہ میں نہ آجائیں [۱]

(۳) صحابہ رضؓ کی عدالت مسلمہ ہونے کے باوجود نہایت احتیاط سے کام لیا، جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحؒ لکھتے ہیں۔

"ہر چند کہ صحابہ رضؓ عادل اور ان کی روایتیں مقبول ہیں، نیز ان سے قابلِ اعتماد ذریعہ سے جو ثابت ہو جائے ان پر عمل واجب ہے لیکن حدیث و فقہ جو حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں تھا اور جو بعد میں ظاہر ہوا، اس میں آسمان و زمین کے درمیان کا فرق ہے [۲]"

(۴) اجماع کسی معاملہ میں اہلِ نظر کے اتفاق کو کہتے ہیں، یہ دراصل ایک قسم کا اختیار ہے جو قانون کو حالات و تقاضہ کے مناسب ڈھالنے کے لئے ان لوگوں کو عطا ہوا ہے جو فکری و علمی حیثیت سے اس کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

[۱] تذکرۃ الحفاظ ج امیر المومنین عمر بن خطاب رضؓ [۲] ازالۃ الخفاء مقصد دوم نکتہ اولیٰ ص ۱۴۱

حضرت عمرؓ نے اجماع کو منظم شکل دینے کے لئے ایک مستقل مجلس قائم کی تھی جس کے ارکان میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہ اکابر شامل تھے۔[1]

اس کے علاوہ ایک اور مجلس تھی جو اکابر مہاجرین پر مشتمل تھی اس میں روزانہ انتظامات و ضروری معاملات پر گفتگو ہوتی تھی۔

کان للمهاجرین مجلس فی المسجد فکان عمر یجلس معهم ویحدثهم عما ینتهی الیه من امور الآفاق[2]

مسجد میں مہاجرین کی ایک مجلس تھی حضرت عمرؓ ان کے ساتھ بیٹھتے اور مملکت کی خبروں سے متعلق ان سے گفتگو کرتے تھے،

نو پیدا شدہ مسائل جن میں مشورہ، اجتہاد اور اجماع کی ضرورت ہوتی ان کا "صوافی الامر" نام رکھا۔

کان اذا جاء الشیئ من القضاء لیس فی الکتاب ولا فی السنۃ سمی صوافی الامر[3]

کوئی ایسے فیصلہ کی بات جس کا ذکر کتاب وسنت میں نہ ہو اس کا "صوافی الامر" نام رکھا جاتا تھا

اجماع کی ناقابل عمل تعبیر کے بارے میں حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں،

"جو اجماع لوگوں کے خیال میں ہے کہ اس میں ساری امت مرحومہ کا اتفاق ہو اور کوئی اس سے الگ نہ رہے، یہ خیال محال ہے ایسا اجماع کبھی نہیں ہوا"[4]

[1] کتاب الخلافۃ مع الامارۃ من قسم الافعال ج۳ ص۱۳۴ [2] فتوح البلدان [3] اعلام الموقعین ج۱ النوع الثالث من الرای المحمود ص۲۱ [4] ازالۃ الخفاء مقصد دوم حکایت فاروق اعظم ص۸۵

حضرت عمر رض کے زمانہ میں جو قابلِ عمل اجماع پایا گیا تھا یہ ہے،

اجماع کثیر الوقوع اتفاق اہل و حل و عقد است از مفتیانِ مصار، این معنی در مسائل عصر فاروقِ اعظم رض یافتہ می شود کہ اہل حل و عقد بر آں اتفاق کردہ اند ۱

جو اجماع کثیر الوقوع ہے وہ بلاد و امصار کے مفتیوں میں سے اہل حل و عقد کا اتفاق ہے، حضرت عمر رض کے تصریح کیے ہوئے مسائل میں اسی قسم کا اجماع پایا جاتا ہے کہ ایسے اہل حل و عقد نے اتفاق کیا تھا۔

....

دوسری جگہ ہے۔

کان من سیرۃ عمر انہ کان یشاور الصحابۃ ویناظرھم حتی تنکشف الغمۃ ویاتیہ الثلج ۲

حضرت عمر رض کی عادت تھی کہ وہ صحابہ رض سے مشورہ و مباحثہ کرتے تھے یہاں تک کہ مسئلہ روشن ہو جاتا اور شرح صدر حاصل ہو جاتا

(۴) قیاس سابقہ فیصلے اور نظیر کی روشنی میں نئے مسائل حل کرنے کو کہتے ہیں،

حضرت عمر رض نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رض کو بصرہ کی امارت پر مقرر کرتے وقت جو فرمان دیا تھا اس میں یہ الفاظ تھے،

اعرف الاشباہ والنظائر وقس الامور برایک ۳

مماثل اور نظائر کی معرفت حاصل کرو اور ان پر نئے مسائل کو اپنی رائے سے قیاس کرو

ایک خط میں لکھا تھا،

---

۱ ازالۃ الخفاء مقصد دوم حکایات فاروق اعظم رض ص۸۵ ۲ حجۃ اللہ البالغہ باب کیفیت تلقی الامۃ الشرع من النبی ص ۳ منہاج الاصول للبیضاوی باب القیاس فی بیان انہ حجۃ،

اعرف الامثال والاشباہ ثم — امثال اور نظائر کی معرفت حاصل کرو پھر
قس الامور عند ذلک ؎۱ — دیگر امور کو قیاس کرو۔

حضرت عمرؓ نے دادا (جد) کے (حصہ وراثت کے) بارے میں ایک مرتبہ فرمایا۔

اقضی فیہ برأیی ؎۲ — میں اس میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں

قیاس ورائے کے بارے میں قاعدہ وقانون بعد میں مرتب ہوئے ہیں، حضرت عمرؓ مقاصدِ شریعت اور اصولِ دین کے پیشِ نظر قیاس کرتے اور رائے کا استعمال کرتے تھے۔

فکان عمر یجتھد فی تعرف — حضرت عمرؓ اس حکمت کی تلاش میں
الحکمۃ التی نزلت فیھا — سرگرداں رہتے جس میں آیت نازل
الآیۃ ویحاول معرفۃ — ہوئی اور اس مصلحت کی معرفت حاصل کرنے
المصلحۃ التی جاء من — کی کوشش کرتے جس کی وجہ سے حدیث
اجلھا الحدیث ویاخذ — وارد ہوئی ہے اور روح ومغز کو لیتے ظاہری
بالروح لا بالحرف ؎۳ — الفاظ پر اکتفا نہ کرتے تھے۔

جو رائے آزادانہ استعمال کی جاتی یا قیاس سے کسی کلی اصول پر زد پڑتی، اس پر حضرت عمرؓ سخت نکیر کرتے تھے جیسا کہ ایک موقع پر فرمایا

ایاکم واصحاب الرأی فانھم — اپنے کو اہلِ رائے سے بچاؤ وہ سنت
اعداء السنن اعیتھم الاحادیث — کے دشمن ہیں، احادیث یاد کرنے سے وہ تھک

؎۱ ایضاً ؎۲ ایضاً ؎۳ القضاء فی الاسلام قضاء عمر۔

ان یحفظوھا فقالوا بالرأیٔ[۱] گئے ہیں اس لئے وہ رائے،، سے کہتے ہیں

ایک اور موقع پر ایسی ہی قیاس آرائی کے متعلق فرمایا۔

اتقوا الرائی فی دینکم[۲] اپنے دین میں رائے سے بچو۔

احتیاط کی بنار پر حضرت عمرؓ نے مذہبی امور کی ذمہ داری میں فنی صلاحیت کا لحاظ کیا اور ہر ایک کی صلاحیت کے مطابق مذہبی خدمت سپرد کی، چنانچہ باقاعدہ اعلان کیا کہ،

ومن ارادالقرآن فلیات اُبیًّا ومن اراد ان یسال الفرائض فلیات زیدًا ومن اراد ان یسال عن الفقہ فلیات معاذًا[۳] جو شخص قرآن حاصل کرنا چاہے وہ ابن کعبؓ سے حاصل کرے، جو فرائض کے معلومات کرنا چاہے وہ زیدؓ کے پاس جائے اور جو فقہ دریافت کرنا چاہے وہ حضرت معاذؓ سے دریافت کرے،

انتہائی احتیاط کے باوجود قیاس ورائے میں حضرت عمرؓ کا طریق کار نہایت وسیع تھا جن کے لحاظ سے بجا طور پر وہ امت کے مجتہد مستقل تھے، اور ان کی نسبت سے دوسرے مجتہدین ،،منتسب،، کہلانے کے مستحق ہیں، حضرت شاہ ولی اللہؒ کہتے ہیں،

نسبت او با مجتہدان امت مانند نسبت مجتہد مستقل ست با مجتہدان منتسب،،[۴]

۱ے منہاج الاصول للبیضاوی باب القیاس فی بیان انہ حجۃ۔ ۲ے اعلام الموقعین ج فصل فی المنقول من ذلک عن عمرؓ ۱۹ ۳ے ازالۃ الخفار مقصد اول در تقریر فقہ عمر ۱۳۰

۴ے ایضاً مقصد دوم حکایت گشت ۸۳۔

حضرت عمرؓ کے طریق کار کی وسعت ہی کا نتیجہ تھا کہ بعد میں حالات
کے تحت استحسان وغیرہ دوسرے "ماخذ" وجود میں آئے اور فقہ
کا دامن وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

"قانونی ماخذ" کی تفصیلی بحث کے لئے راقم کی کتاب "فقہ اسلامی
کا تاریخی پس منظر" کا مطالعہ مفید ہوگا۔

حضرت عمرؓ کے چند فیصلے

اسلام جامد مذہب نہیں ہے بلکہ اس کے احکام میں وقتی و ہنگامی حالات کی رعایت موجود ہے جس کے بغیر نہ کوئی مذہب اپنی "توانائی" برقرار رکھ سکتا ہے اور نہ کوئی نظام اپنی زندگی کا جواز مہیا کر سکتا ہے

حضرت عمرؓ کے چند فیصلے ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ اندازہ ہو کہ اسلام میں کسقدر وسعت اور تغیر پذیر صورت کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے

ان فیصلوں کی نوعیت احکام کی تبدیلی کی نہیں بلکہ ان کے نفاذ میں موقع و محل کی تعیین کی ہے جس کی قانون کی دنیا میں بڑی اہمیت ہے اور قانون کے نفاذ میں اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

(۱) حضرت عمرؓ نے کتابیہ (اہل کتاب) عورت سے نکاح کرنے کی ممانعت کر دی، حالاں کہ قرآنِ حکیم میں اس کی اجازت موجود ہے۔

ابو بکر جصاصؒ نے ممانعت کے سلسلہ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

"حضرت حذیفہؓ نے ایک یہودیہ عورت سے نکاح کر لیا جب اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو ہوئی تو انھوں نے علیحدگی کا حکم دے دیا، حذیفہؓ نے جواب میں لکھا کہ کیا وہ حرام ہے؟ اس پر حضرت عمرؓ نے جواب دیا

کہ میں حرام تو نہیں کہتا ہوں، لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ تم لوگ بدکار عورتوں کے جال میں پھنس جاؤ گے۔" ۱؎

امام محمد رح نے مدائن کا مذکورہ واقعہ بیان کر کے حضرت عمر رض کا یہ جواب نقل کیا ہے۔

فانی اخاف ان یقتدی بک المسلمون فیختار وا نساء اھل الذمۃ لجمالھن وکفی بذلک فتنۃ لنساء المسلمین ۲؎

میں ڈرتا ہوں کہ دوسرے مسلمان تمہاری پیروی کریں گے اور ذمیہ(کتابیہ) عورتوں کی خوبصورتی کی وجہ سے مسلمان عورتوں کو ان پر ترجیح دیں گے یہ بات بڑی آسانی کے ساتھ مسلمان عورتوں کے لئے فتنہ بن سکتی ہے،

(۲) بیک وقت تین طلاقوں کو تین قرار دیا، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ایک قرار دیتے تھے، یعنی اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ "تجھ پر تین طلاقیں ہیں" تو وہ تینوں واقع ہو جائیں گی۔

جیسا کہ حضرت ابن عباس رض کی روایت ہے۔

کان الطلاق علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلث واحدۃ فقال

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رض کے زمانہ میں تین طلاقیں ایک سمجھی جاتی تھیں، نیز حضرت عمر رض کے ابتدائی زمانۂ خلافت میں دو سال تک اسی پر عمل درآمد رہا لیکن جب

۱؎ احکام القرآن للجصاص باب تزوج الکتابیات ج ۲ ص ۳۲۴ ۲؎ کتاب الآثار باب تزوج الیہودیۃ والنصرانیۃ۔

عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناۃ فلوا مضینا ہ علیھم فامضاہ علیھم [1]
جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ لوگ ایسے معاملہ میں جلدی سے کام لینے لگے ہیں جس میں انہیں دیر کرنا چاہیئے تو انہوں نے تینوں کو نافذ کر دیا۔

ایک اور روایت میں حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

ایھا الناس قد کانت لکم فی الطلاق اناۃ فانہ من تعجل اناۃ الزمناہ ایاہ [2]
اے لوگو! تمہارے لئے طلاق میں تاخیر منا ہے جس شخص نے طلاق میں اللہ کی تاخیر کو برقرار رکھا تو ہم یہ جلدی اس پہ عائد کر دیں گے۔

ایک اور روایت میں ہے۔

تتابع الناس فی الطلاق فاجازہ علیھم [3]
جب لوگ ایک ساتھ پے درپے طلاق دینے لگے تو عمرؓ نے ان سب کو نافذ کر دیا۔

(۳) یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ خانے کو ہٹانے کا حکم دیا جب کہ قرآنِ حکیم میں اہلِ کتاب کا ذبیحہ حلال کیا گیا ہے۔

وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ [4]
اور اہلِ کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے۔

اسی طرح یہود و نصاریٰ کے صرافے ہٹانے کا حکم دیا جب کہ اس قسم کے پرسنل معاملات میں آزادی ثابت ہے۔

---

[1] مسلم کتاب الطلاق ج ۲ [2] شرح معانی الآثار کتاب الطلاق۔

[3] ابوداؤد، مشکوٰۃ باب حد الخمر [4] سورہ مائدہ رکوع ۱

دراصل یہ لوگ سودی کاروبار کرتے تھے اگر خلافت کی جانب سے ان کے ایسے کاروبار پر نکیر نہ کی جاتی تو لوگ اس خیال میں مبتلا ہو جاتے کہ مسلمان اس کو جائز سمجھتے ہیں، اس بنا پر حضرت عمرؓ نے دونوں کو ہٹانے کا حکم دیا۔

(۴) بیت المال (سرکاری خزانہ) میں چوری اور مالک کے آئینہ (جس کی قیمت ساٹھ درہم تھی) کی ایک خادم کے ہاتھوں چوری میں ہاتھ کاٹنے کا حکم نہیں دیا، چنانچہ بیت المال میں سب کی شرکت کی بنا پر فرمایا۔

لیس علیہ قطع ۱؎ — ایسے چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

اور دوسری صورت میں یہ کہکر ہاتھ کاٹنے سے منع کر دیا کہ۔

خادمکم سرق متاعکم ۲؎ — تمہارے خادم نے تمہارے مال کی چوری کی

(۵) ان غلاموں کو بھی ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جنہوں نے ایک اونٹ چرایا تھا، جب انھیں معلوم ہوا کہ غلاموں کا مالک ان کو بھوکا رکھتا ہے، چنانچہ ہاتھ کاٹنے کا حکم واپس لیتے ہوئے فرمایا۔

اراک تجیعھم ۳؎ — میں دیکھتا ہوں کہ تم ان کو بھوکا رکھتے ہو

حالاں کہ قرآن حکیم میں سزا کا حکم مذکورہ صورتوں کو بھی عام ہے کسی صورت کی تخصیص نہیں ہے۔

(۶) عورت کو اس شخص کے لئے (بطور سزا) حرام قرار دیا جس نے اس

۱؎ الخراج لابی یوسف فصل ما یجب فیہ الحدود فی سرقہ

۲؎ موطا امام مالک باب مالا قطع فیہ ۳؎ ایضاً۔

کے ساتھ عدت میں نکاح کیا اور اس سے قربت کر لی حالاں کہ قرآن و سنت سے دائمی حرمت کا ثبوت نہیں ملتا ہے [1]

(۷) ضحاک بن خلیفہ کو آب پاشی کے لئے محمد بن مسلمہ کی زمین سے ان کی مرضی کے بغیر پانی لے جانے کا حکم دیا اور فرمایا۔

لو لم اجد للماء مسیلا الا علیٰ بطنک لاجریته [2]

پانی لے جانے کے لئے اگر تیری پیٹ کے سوا اور کوئی راستہ نہ ملے گا تو تیری پیٹ کے اوپر سے پانی لے جانے کا حکم دوں گا

حالاں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

لا یحل مال امرئ مسلم الا عن طیب نفس [3]

کسی مسلمان کا مال اس کی رضا مندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

(۸) حلالہ کرنے اور کرانے والے کے لئے سنگساری کی سزا تجویز کی اور فرمایا۔

لا اوتی بمحلل ولا محلل له الا رجمتهما [4]

حلالہ کرنے والا اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا ہے جو بھی میرے پاس لایا جائے گا میں اس کو سنگسار کروں گا۔

....

حالاں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی سزا نہیں تجویز کی صرف لعنت پر اکتفا کیا ہے۔

---

[1] تعلیل الاحکام النوع الرابع ص۶۳ [2] الخراج لیحییٰ ص۱۱۱ [3] ایضاً [4] اعلام الموقعین ج ۳ فی تغیر الفتویٰ۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحلل والمحلل لہ[1]	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا ہے دونوں پر لعنت کی ہے۔

(۹) حلالہ کے ایک واقعہ میں واسطہ بننے والی عورت کو سزا دی، چنانچہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر جدا کر دیا، جب اس کی خبر مطلقہ عورت کی ایک دلالہ عورت کو ہوئی تو اس نے ایک مسکین اعرابی کو (جو مسجدِ نبوی ص کے دروازے پر رہتا تھا) کو بلا کر کہا کہ اگر تم اس شرط پر ایک عورت سے نکاح کرنا چاہو کہ اس کے پاس ایک رات گزارنے کے بعد طلاق دے دو تو میں اس کا انتظام کرا سکتی ہوں" اعرابی" نکاح کے لئے تیار ہو گیا اور نکاح کے بعد جب شب باشی ہوئی تو منکوحہ عورت نے تاکید کر دی کہ لوگوں کے اصرار کے باوجود تم مجھے طلاق نہ دینا، تمہاری کفالت میں خود کروں گی، اور اگر لوگ جبر و زبردستی کریں تو اس معاملہ کو امیر المومنین رض کے پاس لے جانا، بالآخر معاملہ حضرت عمر رض کے پاس گیا تو آپ نے اعرابی سے فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو ہرگز طلاق نہ دینا اور دلالہ عورت کو بلا کر سزا دی۔[2]

(۱۰) ایسی بستی کو جلانے کا حکم دیا جس میں شراب بیچی جاتی تھی،

حرق قریۃ یباع فیہا الخمر[3]	ایک ایسی بستی کو جلایا جس میں شراب بیچی جاتی تھی

[1] ترمذی کتاب الطلاق [2] فقہ عمر مسائل الطلاق [3] الطرق الحکمیہ فصل سلوک الصحابہ ببعض الاحکام۔

اسی طرح رویشد ثقفی (شراب بیچنے والا) کی دوکان جلانے کا حکم دیا،

وامر ایضا بتحریق حانوت رویشد الثقفی الذی کان یبیع الخمر فقال له انت فویسق ولست برویشد[1]

رویشد ثقفی کی دوکان جلانے کا حکم دیا جو شراب بیچتا تھا اور کہا کہ تو رویشد نہیں بلکہ فویسق ہے۔

(۱۱) بعض مسلمانوں کی کھیتی جلانے کا حکم دیا۔

ان المسلمین زرعوا بالشام فبلغ عمر بن الخطاب فامر باحراقه[2]

مسلمانوں نے شام میں کھیتی کی جب خبر عمرؓ کو پہونچی تو اس کے جلانے کا حکم دیا۔

یہ روایت مرسل ہے اس میں "اسد" راوی ضعیف ہے ممکن ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا ہو جب کہ ہر ایک کا وظیفہ مقرر کر کے مسلمانوں کو کھیتی باڑی کرتے سے روکدیا تھا ان صورتوں میں تضیع مال اور پرسنل معاملات میں مداخلت ہے جس کی بالعموم اجازت نہیں ہوتی۔

(۱۲) زنا کی حرمت کا علم نہ ہونے کی صورت میں مقررہ سزا نہ دینے کا حکم دیا، چنانچہ کسی گورنر نے ایک ایسے شخص کے بارے میں معلوم کیا جس نے زنا کیا تھا لیکن کہتا تھا کہ مجھے اس کی حرمت کا علم نہیں ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

ان کان علم ان الزنا حرمة فحدوه وان لم یعلم فاعلمو

اگر زنا کی حرمت کا اس کو علم ہے تو حد لگاؤ اور اگر علم نہیں ہے تو اس کو مطلع کرو پھر اگر

---

[1] تبصرۃ الاحکام فی القضاء بالسیاسۃ الشرعیۃ الفصل الاول

[2] المحلی ج ۸ احکام الزراعۃ والمساقاۃ۔

وان عاد فحدوہ ۱؎ — دوبارہ کرے تو اس کو حد لگاؤ۔

حالاں کہ قرآن کا حکم عام ہے اس میں عالم و جاہل کی خصوصیت نہیں ہے

(۱۳) شخص واحد کے قتل میں شریک پوری جماعت کو قتل کرنے کا حکم دیا حالانکہ یہ "نص" سے ثابت نہیں ہے۔ علامہ شاطبی رح کہتے ہیں۔

یجوز قتل الجماعۃ بالواحد والمستند فیہ المصلحۃ المرسلۃ اذلا نص علی عین المسئلۃ لکنہ منقول عن عمر بن الخطابؓ ۲؎

ایک شخص کے بدلے جماعت کا قتل کرنا جائز ہے اور دلیل اس میں مصلحت مرسلہ ہے کیونکہ اس میں کوئی نص نہیں ہے لیکن حضرت عمر رض سے یہ منقول ہے۔

(۱۴) ایک موقع پر چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹنے کے بجائے مال کی دوگنی قیمت وصول کی، اسی طرح بھوک اور قحط کے زمانہ میں چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹنے سے منع کر دیا جب کہ قرآن حکیم کی آیت۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا ۳؎

چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔

عام ہے کسی خاص صورت کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے۔

(۱۵) یہ کہکر تالیفِ قلب (اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے) کیلئے زکوٰۃ دینے کی ممانعت کر دی کہ۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتالفکما والاسلام یومئذ قلیل وان اللہ قد اغنی الاسلام

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تم دونوں کی اس وقت تالیف کیا کرتے تھے جبکہ اسلام کمزور تھا اور مسلمان تعداد میں کم تھے اب اللہ نے اسلام کو قوت بخشدی ہے

۱؎ کنز العمال ج ۳ کتاب الحدود من قسم الافعال ۲؎ الاعتصام للشاطبی ج ۲ الفرق بین البدع والمصالح ۳؎ سورۃ مائدہ رکوع ۵

اذھبا فاجھدا جھدکما [1] — تم لوگ جاؤ اور اپنی والی جد وجہد کرو

جب کہ قرآنِ حکیم کی یہ آیت عام ہے

والمؤلفة قلوبھم [2] — اور انکو زکوٰۃ دی جائے جن کی تالیف قلب مقصود ہے

(۱۶) اہلِ صنعت وحرفت سے ضائع شدہ مال کے تاوان کو لازم کر دیا۔

ان عمر ضمن الصباغ الذین — حضرت عمرؓ نے اس بار کا رنگریزوں کو جو

انتصبوا الناس فی عمالھم — بطور پیشہ کام کرتے تھے) ضامن ٹھہرایا جو

ما اھلکوا فی ایدیھم [3] — ان کے ہاتھ سے ضائع ہو جاتا تھا۔

جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگر اہلِ صنعت وحرفت کے پاس کسی کا مال ضائع ہو جاتا تو اس کا تاوان نہ دینا پڑتا تھا کیوں کہ اس کی حیثیت امانت کی ہوتی ہے اور امانت کا مال امین کی حفاظت میں کوتاہی کے بغیر ضائع ہو جائے تو اس کا تاوان نہیں واجب ہوتا ہے۔

(۱۷) تعزیری سزا حدود کی حد تک پہونچا دی اور اس شخص کو سو کوڑوں کی سزا دی جس نے بیت المال کی جعلی مہر بنائی تھی۔

ان عمر بن الخطابؓ ضرب من — حضرت عمرؓ نے اس شخص کو سو کوڑے مارے

نقش علی خاتمہ مائۃ [4] — جس نے ان کی مہر کے مطابق نقش کیا تھا

جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس بات کا لحاظ کیا جاتا تھا کہ تعزیری سزاؤں کی مقدار حدود تک نہ پہونچے، جیسا کہ آپ نے ایک موقع پر فرمایا۔

لا یجلد فوق عشر جلدات — حدود کے علاوہ اور کسی سزا میں دس کوڑے

[1] احکام القرآن للجصاص ج ۳ مطلب المؤلفۃ قلوبہم [2] مصنف عبد الرزاق ج ۸ [3] کنز العمال ج ۳ کتاب الاجارہ من قسم الافعال فی احکامہا [4] نووی شرح مسلم ج ۲ باب قدر اسواط التعزیر۔

اذا ہونی حد من حدود اللہ[۱] سے زیادہ نہ مارے۔

(۱۸) اس صورت میں پورا مہر واجب کیا جس میں شوہر اور بیوی کے درمیان خلوت صحیحہ ہو جائے اور پھر طلاق ہو جائے۔

عن عمر اغلاق الباب وارخاء الستر انہ یوجب المہر[۲]	حضرت عمر دروازہ بند کر دینے اور پردہ گرا دینے میں پورا مہر واجب کرتے تھے

حالاں کہ قرآن حکیم میں ہے کہ نکاح کے بعد اگر کوئی شخص تعلقات کی ادائگی کے بغیر طلاق دے دے تو نصف مہر واجب ہوتا ہے۔

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ[۳]	اگر تم عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو اور ان کا مہر مقرر کیا تو مقررہ مہر کا نصف دینا ہوگا۔

(۱۹) گھوڑوں میں صدقہ کا حکم دیا جب کہ تجارت اور افزائش نسل کے لئے گھوڑوں کی کثرت ہو گئی، چنانچہ یہ فرمان جاری کیا کہ۔

گھوڑے میں دو بکری لی جائیں ورنہ دس یا بیس درہم لئے جائیں[۴]

حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے بارے میں فرمایا

لیس علی المسلم صدقۃ فی عبدہ ولا فی فرسہ[۵]	مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے پر صدقہ نہیں ہے
قد عفوت عن الخیل والرقیق[۶]	میں نے غلام اور گھوڑے سے صدقہ معاف کر دیا ہے

یہ چند فیصلے بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے

[۱] ایضاً [۲] مختصر المزنی باب الدخول اغلاق الباب برحاشیہ کتاب الام ج ۴ ص ۔۔۔ [۳] بقرہ رکوع ۳۰

[۴] فقہ عمر کتاب الزکوٰۃ [۵] القضاء فی الاسلام ص قضاء عمر ص ۱۰۴ [۶] ترمذی و ابو داؤد و مشکوٰۃ جلد ۱

فیصلے ہیں جن میں حضرت عمرؓ نے اُس "اختیار" کو استعمال کیا جو اسلامی حکومت میں "قوتِ نافذہ" کو حاصل ہوتا ہے اور جس کی حیثیت حالات کے لحاظ سے احکام کے موقع و محل کے تعیین سے زیادہ نہیں ہوتی ہے۔

اس اختیار کا استعمال بھی اس حکمت و مصلحت کے تحت تھا جو احکام کے مقرر کرنے میں ملحوظ ہوتی ہے جیسا کہ اس تصریح سے ظاہر ہے۔

وکان عمر یجتھد فی تعرف الحکمۃ التی نزلت فیھا الآیۃ ویحاول معرفۃ المصلحۃ التی جاء من اجلھا الحدیث ویاخذ بالروح لا بالحرف [1]	حضرت عمرؓ اس حکمت کی تلاش میں سرگرداں رہتے جس میں آیت نازل ہوئی اور اس مصلحت کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرتے جس کی وجہ سے حدیث وارد ہوئی ہے اور روح و مغز کو لیتے ظاہری الفاظ پر اکتفا نہ کرتے تھے۔

قانون کی دنیا میں اس نزاکت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگ طرح طرح کی غلط فہمیوں کا شکار ہوئے اور عدل و توازن نہ برقرار رکھ سکے۔

محمد تقی امینی کان اللہ لہٗ

۱۲ رمضان المبارک سنہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۷۲ء

[1] القضاء فی الاسلام، قضاء عمر ص ۱۰۴۔